احمدی نوجوانوں کیلئے

ماہنامہ خالد ربوہ

دسمبر ۱۹۹۳

(ایڈیٹر)
سید مبشر احمد ایاز

جلسہ سالانہ کی اہمیّت

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں :-

"اِس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں - یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائیدِ حق اور اعلائے کلمۂ .... (دینِ حق "- ناقل) پر بُنیاد ہے - اِس سلسلہ کی بُنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے - اور اِس کے لیئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اِس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں "۔

(اشتہار ۷ر دسمبر ۱۸۹۲ء)

اللہ مبارک فرمائے

محترم راجہ مُنیر احمد خان صاحب کا تقرر
بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں آئندہ دو سال (۱۹۹۳-۹۵ء) کے لیئے نئے صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے انتخاب کی رپورٹ پیش ہوئی تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے رپورٹ پر اپنے دستِ مبارک سے محترم راجہ منیر احمد خان صاحب کے نام کو منظور کرتے ہوئے فرمایا:۔

"منظور ہے ۔ اللہ مبارک فرمائے"

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

احمدی نوجوانوں کے لئے

فتح 1372 ھش

دسمبر 1993ء

جلد 41 شمارہ 2 قیمت 5 روپے

*

ایڈیٹر سید مبشر احمد ایاز

*

پبلشر۔ مبارک احمد خالد
پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ
مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد
دار الصدر جنوبی ربوہ

اس شمارے میں آپ کے لئے

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان ۱۳۷۲-۷۳ہش / ۱۹۹۳-۹۴ء

مکرم و محترم صدر صاحب مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کی خدمت میں مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ پاکستان برائے سال ۹۴-۱۹۹۳ء کی منظوری کے لئے جو نام ارسال کئے پیارے آقا نے ازراہ شفقت درج ذیل دعائیہ الفاظ کے ساتھ کہ :-

"منظور ہے، اللہ مبارک فرمائے اور آپ سب نور تقویٰ سے ہدایت یافتہ ہوں اور ہر آن اللہ تعالیٰ حامی و ناصر رہے۔"

(دستخط مرزا طاہر احمد ۔ ۹۳-۱۱-۱۱)

مجلس عاملہ کی منظوری فرمائی۔

۱۔ نائب صدر	مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب
۲۔ معتمد	مکرم سید طاہر محمود صاحب ماجد
۳۔ مہتمم خدمت خلق	مکرم ڈاکٹر محمد احمد صاحب اشرف
۴۔ مہتمم تربیت	مکرم مسعود احمد صاحب سلیمان
۵۔ مہتمم مال	مکرم مرزا غلام قادر صاحب
۶۔ مہتمم تعلیم	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد صاحب مبشر
۷۔ مہتمم عمومی	مکرم ڈاکٹر عبدالخالق صاحب خالد
۸۔ مہتمم صحت جسمانی	مکرم سفیر احمد صاحب
۹۔ مہتمم وقار عمل	مکرم حافظ برہان محمد صاحب
۱۰۔ مہتمم صنعت و تجارت	مکرم داؤد احمد صاحب اور سیر
۱۱۔ مہتمم تحریک جدید	مکرم ظفر اللہ خان صاحب طاہر
۱۲۔ مہتمم اصلاح و ارشاد	مکرم عبدالسمیع خان صاحب
۱۳۔ مہتمم تجنید	مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب
۱۴۔ مہتمم اشاعت	مکرم مرزا عبدالصمد احمد صاحب
۱۵۔ مہتمم امور طلباء	مکرم عطاء الرحمن صاحب محمود
۱۶۔ مہتمم اطفال	مکرم سید محمود احمد صاحب
۱۷۔ مہتمم مقامی	مکرم سید قاسم احمد صاحب
۱۸۔ محاسب	مکرم سید طاہر احمد صاحب

۱۹۔ معاونین صدر : مکرم ظہیر احمد خان صاحب۔ مکرم خلیل احمد صاحب تنویر۔ مکرم مبشر احمد صاحب ایاز اور مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب۔

اداریہ

اسے کہنا دسمبر آگیا ہے

دسمبر کا مہینہ ان مہینوں میں سے ایک ہے جس کا انتظار دنیا کے کونے کونے میں بسنے والے ہر احمدی مرد وزن کو ہوتا ہے۔ کیونکہ اس مہینے کے آخری دنوں میں لاکھوں کی تعداد میں احمدی پروانہ وار مرکز سلسلہ میں اس جلسہ میں شمولیت کے لئے جمع ہوتے ہیں جس کی بنیاد آج سے ایک سودو برس قبل حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جومقاصد بیان کرتے ہوئے رکھی تھی ان میں سے ایک اہم یہ بات تھی:۔

"اس جلسہ کی اغراض میں سے بڑی غرض تو یہ ہے کہ تا ہر ایک مخلص کو بالمواجہ دینی فائدہ اٹھانے کا موقع ملے اور ان کی معلومات وسیع ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل و توفیق سے ان کی معرفت ترقی پذیر ہو"۔

پھر آپ نے اسی جلسہ کی غیر معمولی اہمیت کا ذکر اس عظیم الشان پیشگوئی کی صورت میں فرمایا کہ:۔

"اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ......(دین حق) پر بنیاد ہے۔ اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آن ملیں گی کیونکہ اس قادر خدا کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں"۔ (اشتہار 7 دسمبر 1892ء)

گوکہ قریباً دس سال ہونے کو آئے ہیں۔ حکومت کی طرف سے اس جلسہ پر پابندی ہے اور اسلامی عدل و انصاف اور جمہوریت کے بلند و بانگ دعوے کرنے والی کسی بھی پاکستانی حکومت کو انصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر یہ فیصلہ کرنے کی توفیق نہیں مل رہی کہ سراسر ناانصافی پر مبنی یہ پابندیاں ختم کر کے ہمیں اپنا مذہبی، تعلیمی و تربیتی اور اخلاقی مقاصد پر مشتمل یہ اجتماع منعقد کرنے کی اجازت دے۔

لیکن پھر بھی یہ پابندیاں جو کہ اب بہت طویل ہوتی جارہی ہیں ہمیں مایوسی کی طرف نہیں لے جارہی ہیں بلکہ ہمارے دل اس یقین سے پر ہیں اور ہمارے چہرے یقین کی اس روشنی سے منور ہیں کہ بالآخر اس جلسہ سالانہ کے جن اغراض و مقاصد کا ذکر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے آج سے ایک صدی قبل بیان کرتے ہوئے اس جلسہ کی بنیاد رکھی تھی وہ مقاصد بہر حال پورے ہو کر رہیں گے بلکہ ہو رہے ہیں۔

آج سے چند سال پیشتر جب ایک آمر مطلق نے ہمارے اوپر بے جا پابندیاں لگا کر ہمیں اجتماعات اور جلسہ کرنے سے روک دیا تھا اور ہمارے امام کے لئے تقریر کرنے پر پابندی تھی تو آج اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ آج واحد ہمارے پیارے امام ہمام ہیں کہ جن کا خطاب ساری دنیا کے پانچوں براعظموں میں بیک وقت براہ راست دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

سو ہمارے دل تو خدا کی حمد سے لبریز ہیں کہ یہ روکیں اور پابندیاں ہمارے ایمان کو کمزور نہیں بلکہ قوی سے قوی تر کرتی چلی جاتی ہیں اور ہمارے پاس وہ الفاظ نہیں کہ ہم اس یقین کا اظہار کر سکیں اور خدا کا شکر ادا کر سکیں۔

اور ہمارا یہ بھی یقین ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی ترقی کا یہ تو ابھی آغاز ہے۔ اب تو دن بدن خدا کے فضلوں کا یہ سلسلہ بڑی تیزی سے بڑھے گا اور پھولے گا اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ خدائے قادر و ذوالجلال کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی جیسا کہ آپ نے فرمایا:۔

"خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو دنیا میں پھیلائے گا...... یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا ان سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

سو اے سننے والو ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھ لو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا"۔ (تجلیات الٰہیہ)

ہاں ہم اس بات کے منتظر ہیں اور دعا گو ہیں کہ حکومت پاکستان کو بھی اس بات کی توفیق ملے کہ جماعت احمدیہ پر ہونے والے ظلم و ستم اور جبر و ناانصافی کو جو قانونی شکل دی گئی ہے اس کو ختم کر سکے۔ کیونکہ حکومت اور ملک کے استحکام اور امن و خوشحالی کی ضمانت اب اسی میں ہے کہ مظلوموں کی داد رسی کی جائے۔ بے جا پابندیوں کا دور ختم کیا جائے اور کم از کم انسانی بنیادی حقوق تو ہمیں دیئے جائیں اور ویسے بھی کب تک یہ حکومت اسی طرح یہ ظلم و ستم روا رکھے گی اور کب وہ دن آئے گا کہ ظلم و انصافی کا یہ داغ حکومت پاکستان اپنے دامن سے مٹانے میں کامیاب ہو سکے گی جو خدا کے دربار میں اسے مجرموں کی طرح کھڑا کئے ہوئے ہے۔ خدائے ذوالجلال و ذوانتقام کے سامنے کس کی مجال ہے کہ اتنی دیر تک ظالم بن کر کھڑا رہے۔

خدا کرے کہ اہل علم حضرت اور ارباب حل و عقد انصاف کی اس راہ پر قدم مارتے ہوئے ان ظلمات سے باہر نکلیں۔ اللہ کرے وہ دن جلد آئے۔ آمین

نیا سال GOD BLESS YOU.....

خالد کا یہ شمارہ 93ء کے سال کا آخری شمارہ ہے اور نئے سال کا آغاز اب چند دنوں تک ہونے والا ہے۔ ہمارے ملک میں اب آہستہ آہستہ مغربی دنیا کی بے حیائیاں اپنی دیگر برائیوں سمیت ایک فیشن کی صورت میں داخل ہو رہی ہیں اور "تہذیب" کے نام پر ایسی بدتہذیبیاں پیدا ہو رہی ہیں کہ شیطان بھی کانوں کو ہاتھ لگاتا ہے۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے

کہ

HAPPY NEW YEAR انتہائی فضول رسموں کے ساتھ بعض بڑے بڑے شہروں میں منایا جاتا ہے۔

نئے سال کا استقبال کرنا اور اس کی آمد کا انتظار اور سال نو کی مبارک دینا یہ تو کوئی معیوب فعل نہیں لیکن اس کے استقبال کے لئے آہستہ آہستہ جو مغربی طرز اختیار کیا جا رہا ہے (گو کہ خدا کے فضل سے ابھی اس رنگ کا عشر عشیر بھی ادھر نہیں) وہ قطعاً نامناسب ہے۔ یہ ایک لغو طریقہ ہے اور مومن کی یہ شان ہے کہ "وھم عن اللغو معرضون"۔ اس طرز کی تمام لغویات سے احتراز کرنا چاہیئے اور ہمارے نوجوانوں کو اس سے بچنا چاہیئے۔ ہاں نئے سال کا استقبال کرنا ہے تو آیئے آج ہم آپ کو ایک احمدی کا طرزِ استقبال بتاتے ہیں کہ جس نے لندن جیسے شہر میں نئے سال کا استقبال کس طرح کیا تھا۔ ہر احمدی کو اس جیسا قابل فخر طریقہ اختیار کرنا چاہیئے۔ یہ احمدی تھے ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ آیئے انہی کی زبان سے یہ واقعہ سنتے ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

"مجھے وہ لمحہ بہت پیارا لگتا ہے جو ایک مرتبہ لندن میں نئے سال کے موقع پر پیش آیا۔ یعنی اگلے روز نیا سال چڑھنے والا تھا اور عید کا سماں تھا۔ رات کے بارہ بجے لوگ ٹریفالگر سکوائر میں اکٹھے ہو کر دنیا جہان کی بے حیائیوں میں مصروف ہو جاتے ہیں کیونکہ جب رات کے بارہ بجتے ہیں تو وہ پھر یہ سمجھتے ہیں کہ اب کوئی تہذیبی روک نہیں۔ ہر قسم کی آزادی ہے۔ اس وقت اتفاق سے وہ رات مجھے بوسٹن اسٹیشن پر آئی۔ مجھے خیال آیا جیسا کہ ہر احمدی کرتا ہے۔ اس میں میرا کوئی خاص الگ مقام نہیں تھا۔ اکثر احمدی اللہ کے فضل سے ہر سال کا نیا دن اس طرح شروع کرتے ہیں کہ رات کے بارہ بجے عبادت کرتے ہیں۔ مجھے بھی موقع ملا۔ میں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ اخبار کے کاغذ بچھائے اور دو نفل پڑھنے لگا۔ کچھ دیر کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ کوئی شخص میرے پاس آکر کھڑا ہو گیا ہے اور پھر نماز میں نے ابھی ختم نہیں کی تھی کہ مجھے سسکیوں کی آواز آئی۔ چنانچہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ ایک بوڑھا انگریز ہے جو بچوں کی طرح بلک بلک کر رو رہا ہے۔ میں گھبرا گیا۔ میں نے کہا پتہ نہیں یہ سمجھا ہے کہ میں پاگل ہو گیا ہوں اس لئے شاید بے چارہ میری ہمدردی میں رو رہا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے کچھ نہیں ہوا۔ میری قوم کو کچھ ہو گیا ہے۔ ساری قوم اس وقت نئے سال کی خوشی میں بے حیائی میں مصروف ہے اور ایک آدمی ایسا ہے جو اپنے رب کو یاد کر رہا ہے۔ اس چیز نے اور اس موازنے نے میرے دل پر اتنا گہرا اثر کیا ہے کہ میں برداشت نہیں کر سکا۔ چنانچہ وہ بار بار کہتا:۔

GOD BLESS YOU GOD BLESS YOU GOD BLESS YOU

خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ خدا تمہیں برکت دے۔ (الفضل 31 اکتوبر 1983ء)

پس اگر استقبال کرنا ہی ہے اور ضرور کریں۔ نئے سال کا استقبال رات کی تاریکی میں خدا کے حضور سجدوں میں گر کر اس کا استقبال کریں۔ اندھیری کوٹھڑی میں جا کر خدا کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے جب نئے سال کا آغاز ہو تو

پھر خدا کے فضل سے سارا سال اجالوں میں بدل جائے گا اور خدا کرے کہ آپ کا یہ طریقِ استقبال خدا کو پسند آجائے اور خدا کے فرشتوں کی یہ آواز آپ کو سنائی دے کہ:-

GOD BLESS YOU GOD BLESS YOU GOD BLESS YOU

نتیجہ مقابلہ بین الاضلاع خدام سال 72-1371ھش
1993ء-1992ء
(پہلی دس پوزیشنیں حاصل کرنے والے اضلاع)

1۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع کراچی
2۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سیالکوٹ
3۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع لاہور
4۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع جھنگ
5۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع خانیوال
6۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع سرگودھا
7۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع میرپور A K
8۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع ملتان
9۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع قصور
10۔ مجلس خدام الاحمدیہ ضلع مظفر گڑھ

(معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)

تصحیح

نومبر 93ء کے شمارہ میں صفحہ 29 تا صفحہ 37 مکرم شیخ عبدالقادر صاحب کا ایک مضمون "قرآن حکیم اور مستشرقین" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ براہ کرم اس میں درج ذیل وضاحت کے مطابق تصحیح فرمالیں۔

صفحہ 29 سطر 14، کالم نمبر 1 "واٹ سمجھے نہیں۔ دراصل یہ ایک بہت بڑا انکشاف ہے"۔
صفحہ 30، سطر 9 کالم نمبر 1 "PROPER NOWN"
صفحہ 31 سطر 8، کالم نمبر 2 "موسیٰ کا عصا جادوگروں کے سانپوں کو نگل گیا"۔
صفحہ 35، آخری سطر، کالم نمبر 2 "WORTH LESS"
صفحہ 36، سطر 4 کالم نمبر 2 "محمد کردھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں"۔

ادارہ مکرم مضمون نگار اور قارئین سے اس سہو کا معذرت خواہ ہے۔

پیغام صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

بنام خدام و اطفال

پیارے خدام اور اطفال بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید ہے آپ سب اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ خیریت سے ہوں گے۔

الحمدللہ کہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا سال 73۔ 1372ھش، 94۔1993ء یکم نومبر سے شروع ہوچکا ہے۔ امسال خدام الاحمدیہ پاکستان کی سطح پر صدارت کی تبدیلی ایک اہم واقعہ ہے۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو آپ سے خاکسار اپنے لئے دعا کی درخواست کرنا چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل کے ساتھ خاکسار کو محض للہ مقبول خدمت کی سعادت عطا فرمائے اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی توقعات پر پورا اترنے کی توفیق سے سرفراز فرمائے۔ آمین، اللھم آمین

حضرت اقدس مسیح موعود.... کے وقت میں گو مجلس خدام الاحمدیہ کے نام سے تو جماعت کے اندر کوئی تنظیم قائم نہ تھی البتہ اطفال و خدام کی عمر کے نوجوان بھی حضرت اقدس کی جماعت میں شامل تھے۔ چنانچہ ایک موقع پر آپ نے بالخصوص نوجوانوں کو اپنے مقدس ملفوظات کے ساتھ نصائح کرتے ہوئے فرمایا:۔

"اب وقت تنگ ہے۔ میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ سال یا انیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے۔ اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے۔ یہ آخری زمانہ ہے۔ اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔ اس وقت صدق ووفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہوجاتی ہیں۔ اس لئے صدق اور خدمت کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے۔ اب اس کے بعد کوئی موقع نہ ہوگا۔ بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اس موقع کو کھودے۔

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنادے۔ اس میں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہوجاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کرچکا

ہوں عمل کرنے کے لئے کوشش کرو اور اسی راہ پہ چلو جو میں نے پیش کی ہے۔ عبداللطیف (صاحبزادہ سید عبداللطیف۔ ناقل) کے نمونہ کو مدّنظر رکھو کہ اس سے کس طرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیش کیا ہے"۔

حضرت اقدس مسیح موعود... کے مقدس ملفوظات میں سے مندرجہ بالا اقتباس کسی توضیح و تشریح کا محتاج نہیں جس راہ پر ہم نوجوانوں کو چلنا چاہیئے وہ اس میں معین فرمادی گئی ہے۔

بانئ مجلس خدام الاحمدیہ حضرت مصلح موعود... نے 1953ء کے سالانہ اجتماع مجلس خدام الاحمدیہ کی افتتاحی تقریر میں فرمایا:۔

"میں نے شروع میں بتایا تھا کہ مجلس خدام الاحمدیہ کو قائم کرنے کی غرض ہی یہی تھی کہ نوجوان دین میں ترقی کریں اور اس قابل ہو جائیں کہ انہیں عزت دی جائے"۔

نیز فرمایا:۔

"تم نمازوں اور دعاؤں میں ترقی کرو اور نہ صرف خود ترقی کرو بلکہ ہر شخص اپنے ہمسایہ کو دیکھے اور اس کی نگرانی کرے تاکہ ساری جماعت اس کام میں لگ جائے۔ تم حسد کی عادت پیدا نہ کرو بلکہ آپس میں تعاون کی روح پیدا کرو۔ خدام الاحمدیہ کی تنظیم تمہارے لئے ٹریننگ کے طور پر ہے تاکہ جب تمہیں خدمت کا موقعہ ملے تو تم میں اتنی قابلیت ہو کہ تم امیر بن جاؤ یا سیکرٹری بن جاؤ۔ اس لئے تمہیں جماعت کے عہدیداروں سے بجائے ٹکراؤ کے تعاون سے کام لینا چاہیئے۔ تم اپنی ذکر الٰہی کی عادت اور اخلاص اور نمازوں کو درست کرو۔ جب یہ چیزیں درست ہو جائیں گی تو خود بخود لوگ تمہیں آگے لے آئیں گے اور یہ شکوے سب ختم ہو جائیں گے۔ تم اپنے اندر نماز کی پابندی کی عادت پیدا کرو اور جھوٹ سے بکلّی پرہیز کرو۔ جھوٹ ایسی چیز ہے کہ اگر انسان اس کو چھوڑ دے تو اس کی دھاک بیٹھ جاتی ہے"۔

خاکسار نے منصب صدارت پر اپنی تقرری کے بعد ملک کے طول و عرض سے آئے ہوئے نمائندگان کے سامنے اپنی سب سے پہلی تقریر میں ایک ٹارگٹ رکھا تھا۔ اس کی طرف توجہ دلا کر اجازت چاہوں گا۔ اس میں عرض کیا گیا تھا کہ:۔

1۔ مجلس خدام الاحمدیہ کا ہر رکن باجماعت نماز پنجوقتہ کا التزام کرے۔

2۔ ہر رکن داعی الی اللہ بن جائے۔

3۔ ہر رکن حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبات باقاعدگی سے اور پورے التزام سے سنے۔ یہ خطبات اللہ تعالیٰ کے

بقیہ صفحہ 10

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب

صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا تعارف

8 اور 9 نومبر کو ربوہ میں ہونے والی مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی مجلس شوریٰ جس میں کہ پاکستان بھر کے نمائندگان نے شرکت فرمائی حسب قوائد امسال صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کا انتخاب بھی ہونا تھا۔ اس انتخاب کی کاروائی کی صدارت کے لئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم و محترم مرزا عبدالحق صاحب ایڈووکیٹ کو نامزد فرمایا تھا۔

8 نومبر رات قریباً 8 بجے انتخاب کی کاروائی کا آغاز تلاوت قرآن کریم و دعا سے ہوا۔ آئندہ صدارت مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے لئے جتنے نام بھی پیش کئے گئے وہ، ان کے حاصل کردہ ووٹوں کی تعداد حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں بغرض منظوری و تقرر صدر پیش کئے گئے۔ حضور نے ازراہ شفقت (اکثریتی ووٹ حاصل کرنے والے) محترم راجہ منیر احمد خان صاحب کے نام کو منظور فرماتے ہوئے اپنے دست مبارک سے رقم فرمایا:۔

"منظور ہے۔ اللہ مبارک فرمائے"

آپ کا مختصر تعارف قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

آپ 10 ستمبر 1962ء کو نوشہرہ (صوبہ سرحد) میں پیدا ہوئے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول ربوہ سے میٹرک کیا اور تعلیم الاسلام کالج ربوہ سے گریجوئیشن کی۔ (کالج کی تعلیم کے دوران 2 سال کا NCC کورس بھی پاس کیا)۔

بی۔اے کرنے کے بعد 1984ء میں آپ نے اپنی زندگی خدمتِ دین کے لئے وقف کرتے ہوئے اپنے آپ کو خلیفہ المسیح کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے جامعہ میں داخلہ لے لیا اور 1990ء میں "درجہ شاہد" کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد چک 219 رب گنڈا سنگھ والا (ضلع فیصل آباد) میں مربی کی حیثیت سے اپنے فرائض سرانجام دیئے۔

نومبر 1990ء میں حضور ایدہ اللہ کی منظوری سے آپ کا معتمد مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی حیثیت سے تقرر ہوا۔ اور پھر ستمبر 1992ء میں جامعہ احمدیہ میں پڑھانے کے لئے علم الکلام میں تخصص (SPECIALIZATION) کرنے کے لئے حضور انور نے ان کا نام منظور فرمایا۔

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے شروع سے ہی جماعتی خدمات کے سلسلہ میں سرگرم کارکن

کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ آپ 77ء سے 80ء تک منتظم اطفال اور 80ء سے 83ء تک دارالبرکات ربوہ میں زعیم مجلس خدام الاحمدیہ اور نائب سیکرٹری مال اور چار سال تک سیکرٹری امور عامہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ 84ء تا 86ء دو سال تک ناظم اطفال ربوہ اور اس کے بعد ناظم تربیت اور نائب مہتمم مقامی کی حیثیت سے جون 1990ء تک خدمات سرانجام دے چکے ہیں۔ گزشتہ سال 93-92ء سے مہتمم تربیت کے طور پر کام کرتے رہے۔ اب خدا تعالیٰ نے صدر مجلس کی حیثیت سے خدمات سلسلہ بجالانے کی توفیق وسعادت بخشی ہے۔

خاندانی پس منظر کو دیکھیں تو آپ کے والد ضلع جہلم تحصیل پنڈدادنخان کی راجپوت فیملی سے تعلق رکھتے ہیں اور اس خاندان میں سب سے پہلے احمدی ہونے کی سعادت آپ کے والد بزرگوار صوبیدار (ریٹائرڈ) مکرم راجہ محمد مرزا خان صاحب کو نصیب ہوئی جبکہ آپ دوسری جنگ عظیم کے دوران اٹلی میں قیام پذیر تھے کہ وہاں سلسلہ کی بعض کتب پڑھ کر آپ نے احمدیت قبول کی۔

آپ کے والد صاحب فرقان فورس میں بھی شامل رہے اور کچھ عرصہ قادیان میں بھی قیام رہا۔ 1970ء میں فوج سے صوبیدار کے عہدہ سے ریٹائر ہونے کے بعد ربوہ میں میڈیسن کے پیشے سے بھی منسلک رہے۔

محترم راجہ منیر احمد خان صاحب کی شادی چک 595 گ ب گنگاپور ضلع فیصل آباد کے ایک مخلص گھرانے میں (مکرم راؤ محمد اکبر خان صاحب کی صاحبزادی نورین اکبر صاحبہ کے ساتھ) ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بچوں سے نوازا ہے۔ ایک بچے کا نام راجہ ظہیر احمد خان ہے جو کہ وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے اور دوسری بچی مریم صدیقہ راجہ ہے۔ محترم راجہ منیر احمد خان صاحب گزشتہ سال سے حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی منظوری سے دارالقضاء میں بطور قاضی بھی خدمات بجالا رہے ہیں۔ حال ہی میں راجہ منیر احمد خان صاحب نے ایم۔اے (پرائیویٹ) کا امتحان بھی دیا ہے۔

قارئین سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ صدر صاحب محترم اور ان کے رفقاء کار کو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی راہنمائی وسرپرستی میں حضور کی توقعات کے مطابق بیش از پیش مقبول خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

بقیہ از صفحہ 8

فضل سے براہ راست ڈش انٹینا اور ریڈیو پر سنے جا سکتے ہیں۔ بالخصوص جملہ عہدیداران خدام الاحمدیہ۔

4۔ حکمت اور دعا کے ساتھ اس ٹارگٹ کے حصول کے لئے اپنی ساری توانائیاں صرف فرمائیں کہ ہر رکن اس میں برابر کا شریک ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہم سب کو اپنی رضا کی راہوں پر چلائے اور جو فتوحات ہمارا مقدر ہیں ان کے استقبال کے لئے امام وقت کی اقتداء میں ہمیں پوری جدوجہد اور دعا کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ اللھم آمین

والسلام خاکسار (راجہ منیر احمد خان)
صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کی
جلسہ سالانہ کی دعائیں

(مرتبہ: مکرم محمود مجیب اصغر صاحب)

ارشاد خداوندی ہے کہ:-

وَ صَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (التوبہ: ۱۰۳)

اور ان کے لئے دعائیں بھی کرتا رہ۔ کیونکہ تیری دعا ان کی تسکین کا موجب ہے اور اللہ تعالیٰ تیری دعاؤں کو بہت سننے والا اور حالات کو جاننے والا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ... کو جب جماعت قائم کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا تو آپ نے ایک اشتہار طبع کروایا اور اس میں تحریر فرمایا:-

"مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ سیکھنے کے لئے گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کے لئے مجھ سے بیعت کریں"۔

پس جو لوگ اپنے نفسوں میں کسی قدر طاقت پاتے ہیں انہیں لازم ہے کہ میری طرف آویں کہ میں ان کا غمخوار ہوں گا اور ان کا بار ہلکا کرنے کے لئے کوشش کروں گا اور خدا تعالیٰ میری دعا اور میری توجہ میں ان کے لئے برکت دے گا"۔ (تذکرہ ایڈیشن چہارم صفحہ 167۔168)

حضرت مسیح موعود... اور آپ کے مقدس خلفاء ہمیشہ دعاؤں سے کام لیتے رہے اور لیتے رہیں گے اور سلسلہ انشاءاللہ قیامت تک چلے گا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث جب "خلافت" کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے بالکل ابتداء میں فرمایا:-

"...... آپ نے محض خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس بندہ ضعیف اور ناکارہ کے ہاتھ پر متحد ہو کر یہ عہد کیا ہے کہ قیام توحید اور..... غلبہ اسلام کے لئے جو تحریک جو جدوجہد حضرت مسیح موعود... نے شروع کی تھی...... آپ اس جدوجہد کو تیز سے تیز کرتے چلے جائیں گے۔

میری دعائیں ہمیشہ آپ کے ساتھ ہیں اور میں ہمیشہ آپ کی دعاؤں کا بھوکا ہوں۔ میں نے آپ کی تسکین قلب کے لئے، آپ کے بار ہلکا کرنے کے لئے، آپ کی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے اپنے رب رحیم سے قبولیت دعا کا نشان مانگا ہے اور مجھے یقین ہے اور پورا بھروسہ ہے اس پاک ذات پر کہ وہ میری اس التجا کو رد نہیں کرے گا"۔ (جلسہ سالانہ کی دعائیں۔ صفحہ 3۔4)

چنانچہ ساری عمر حضرت خلیفہ المسیح الثالث کی طبیعت دعاؤں کی طرف مائل رہی۔ روایات میں ہے کہ بعض اوقات ساری ساری رات آپ خدا کے حضور دعائیں کرتے رہتے تھے۔ پبلک میں بھی بالخصوص جلسہ سالانہ کے افتتاحی خطاب میں آپ دعاؤں سے جلسہ کو رونق بخشتے جو بالعموم قرآنی اور احادیث کی مسنون دعاؤں کا خلاصہ ہوتی تھیں۔ بطور نمونہ آپکی بعض پبلک دعائیں پیش خدمت ہیں۔

O

"اے خدا! تو ہمارے کمزوروں کو طاقت بخش اور ہمارے بیماروں کو شفا دے اور ہم سب کی پریشانیاں دور فرما اور ہمارے اندھیروں کو نور سے بدل دے اور ہم پر اپنی بڑی رحمتیں نازل کر اور ہمارے دلوں کو اپنی محبت سے بھر دے اور احمدیت کو جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے اس مقصد میں جلد تر کامیابی عطا فرما تاکہ ہم اپنی آنکھوں سے یہ نظارہ دیکھ لیں کہ ساری دنیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی ہے"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 19 دسمبر 1960ء)

O

"اے ہمارے خدا ہم بے علم اور کمزور ہیں۔ تیری مدد اور نصرت کے بغیر ہم تیری رضا کی راہوں کو تلاش نہیں کرسکتے۔ اے ہمارے ربّ! تو خود مہربانی فرما اور ہمارے صحن سینہ اور وسعت دل کو اپنی ذاتی محبت سے معمور کردے تا ایک اصیل اور تیز رو گھوڑے کی طرح ہم تیری طرف دوڑیں اور تیرے حضور حاضر ہوں۔ ماں باپ سے بڑھ کر پیار کرنے والے پیارے، ہمیں اٹھا اور اپنی گود میں ہمیں بٹھا لے۔

کبر و غرور، تیرے در کے لعین اور دھتکارے ہوئے لیکن تذلل اور انکسار تیرے عرش کی لونڈیاں ہیں۔ اے خدا ہمارے دل کی بھی یہی مکین ہوں۔

نیستی ہمارے وجود کی اصلیت اور حقیقت ہے۔ اے خدا ہمیں اس حقیقت پر قائم رکھ۔ نہ ہمارا جوان اپنی قوت پر اترائے، نہ ہمارا بوڑھا اپنی لاٹھی پر بھروسہ کرے، نہ ہمارا عاقل اور فہیم اپنے عقل و فہم پر ناز کرے، نہ کوئی عالم اور فقیر اپنے علم کی صحت اور اپنی دانائی کی عمدگی پر اعتبار کرے اور نہ ہمارا ملہم اپنے الہام اور کشف اور دعاؤں کے خلوص پر تکیہ کرے کیونکہ تو اے ہمارے رب! ہمارے رب!! جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ جس کو چاہے اپنے حضور سے دھتکار دے اور جس کو چاہے اپنے خاص بندوں میں شامل کرلے۔

اے ہمارے معبود! ہم تیرے عاجز اور بے مایہ بندے، عبودیت تار کے حصول کے لئے سرگرداں عبادت تو تیری ہی کرتے ہیں لیکن پریشان خیالی اور شیطانی وسوسہ اندازی اور خشک افکار اور مہلک اوہام اور تاریک خیالات کے ساتھ ہم سیلاب کے گندے پانی کی مانند ہیں اور گماں اور ظنّ سے ہم چھٹکارا حاصل نہیں کرسکتے۔ اے

راحت اتم! تو اپنے بے پایاں فیض سے خود ہمیں اپنا چہرہ دکھا تا حق و یقین ہمیں نصیب ہو۔

O

اے ارحم الراحمین! ہم تیری ہی نصرت کے طالب ہیں اور تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ ذوق شوق، حضور قلب، بھرپور ایمان کے ملنے کے لئے، تیرے احکام پر لبیک کہنے کی توفیق کے لئے، سرور اور نور کے لئے معارف زیورات اور حقائق و دقائق کے لباس کے ساتھ دل کو آراستہ کرنے کے لئے تاہم تیرے فضل، تیرے رحم کے ساتھ یقین کے میدانوں میں سبقت لے جانے والے بن جائیں اور اسرار وحقائق کے دریا پر وارد ہو جائیں.......

اے شافیٔ حقیقی! ایک حاذق طبیب کے روپ میں ہم پر جلوہ گر ہو۔ ہمیں اپنی طرف کھینچ لے۔ ہمیں اپنے سینہ سے لگا لے تاہم تیری محبت میں دیوانے مستانے بن جائیں اور سب امراض نفس سے شفا پائیں....

اے ہمارے رب! ہمارے مالک!! اپنے ہی فضل سے ہمارے دلوں میں اپنی ذاتی محبت کا شعلہ بھڑکا۔ اپنے نشانوں سے اپنی ہستی پر ہمیں حق الیقین بخش۔

اے ہمارے محبوب! اپنے چہرے سے نقاب اٹھا اور رخ انور کا ہمیں جلوہ دکھا......"

اے رحمان! ہمارا ذرہ ذرہ تجھ پر قربان۔ ہمیں اپنے نور سے منور کر۔ آمین"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1969ء)

O

"خدا کرے کہ ہم سب ساری دنیا کو، سب کائنات کو، سارے عالمین کو، تمام اقوام کو اور تمام ملکوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و احسان کے جلوے دکھا کہ آپؐ کے قدموں میں لا ڈالنے میں کامیاب ہوں"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1970ء)

O

"اللہ تعالیٰ کے فرشتے آسمانوں سے نازل ہو کر ہم بے کسوں کی مدد کے لئے آئیں اور ہمیں دنیا میں کامیاب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہماری فراست میں برکت ڈالے۔ ہمارے ذہنوں میں جلا پیدا کرے۔ ہمارے علم میں زیادتی بخشے، اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق ہمیں ایسا بنا دے کہ جس چیز کو ہم ہاتھ لگائیں خدا کے فضل اور اس کی رحمت اور اس کی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ اس میں برکت ڈال دے...... اس کا نور ہمارے گھروں اور سینوں کو منور کرتا رہے"۔ (جلسہ سالانہ 26 دسمبر 1973ء)

O

اے ربّ غفور! مغفرت کی چادر تلے ہمیں چھپا لے، ہمارے ہاتھ نیکیوں کے پھول اور اعمال صالحہ کے ہار تیرے قدموں پر نچھاور کرنے کے لئے نہیں لاسکے۔ تہی دست تیرے قدموں پر گرتے اور تیری رحمت کی بھیک مانگتے ہیں۔ اے ہمارے رحمان ان تہی ہاتھوں کو اپنی رحمت سے

ید بیضا کر دے۔ تیرا جمال اور محمدؐ کا حسن دنیا پر چمکے اور اسے روشن کرے۔ ان تہی ہاتھوں کو اپنے دست قدرت میں پکڑ۔ تیرا جلال اور محمدؐ کی عظمت دنیا پر ظاہر ہو۔ اسلام اور محمدؐ کے مغرور دشمن کا سر نگوں اور شرمندہ کر دے"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1968ء)

O

"اے ہمارے ربّ! اپنے قہر کی گرفت سے ہمیں محفوظ رکھیو۔ تیرے غصہ کی ہمیں برداشت نہیں۔ تیری گرفت شدید ہے۔ کچل کر رکھ دیتی ہے اور ہلاک کر دیتی ہے۔ ہم عاصی ہیں۔ ہمیں معاف فرما۔ ہم سے گناہ پر گناہ ہوا، کوتاہی پر کوتاہی، اپنی رحمت کی وسیع چادر میں ہماری سب کمزوریوں کو چھپا لے۔ ہمیں اپنی رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہ۔ تو ہمارا محبوب آقا ہے۔ تیرے دامن کو ہم نے پکڑا۔ دامن جھٹک کے ہمیں پرے نہ پھینک دینا۔ ہماری پکار کو سن اور اسلام کے ناشکرے منکروں کے خلاف ہماری مدد کو آ اور ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1968ء)

O

"میری دعا یہ ہے کہ جس مقصد کیلئے حضرت مسیح موعود... نے دنیا کے کونے کونے میں یہ آواز دی تھی کہ میری طرف آؤ اور میرے سلسلہ میں داخل ہو جاؤ تاکہ تم یہ برکتیں پاؤ۔ خدا کرے کہ آپ اپنی کسی کمزوری کے نتیجہ میں ان برکتوں سے محروم نہ ہو جائیں اور خدا کرے کہ آپکے عمل اور آپکا اخلاص اور آپ کی نیتیں خواہ کمزور ہی کیوں نہ ہوں۔ خواہ وہ داغدار ہی کیوں نہ ہوں اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی چادر آپکی کمزوریوں اور داغوں کو ڈھانک دے اور اس کی قبولیت کی رحمت آپ کو قبول کر لے اور آپ کو وہ سب کچھ مل جائے جس کی آپکو بشارت دی گئی ہے"۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1970ء)

O

"دعا تو آج کی دنیا کی اور آج کے زمانہ کی ایک ہی ہے (باقی تو ذیلی دعائیں ہیں) اور وہ یہ کہ اے ہمارے ربّ! تو نے اسلام کے آخری غلبہ کی اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت دنیا کے ہر دل میں پیدا ہو جانے کی اور توحید حقیقی کا جھنڈا ہر گھر میں لہرانے کی جو بشارتیں دی ہیں اے ہمارے پیارے ربّ کریم! تو اپنے فضل سے ایسے سامان پیدا کر کہ یہ بشارتیں ہماری زندگیوں میں ہی پوری ہو جائیں تاکہ جب ہم اس دنیا سے رخصت ہوں تو ہمارے دل اس خوشی سے معمور ہوں کہ جو فرض ہمارے کمزور کندھوں پر عاید کیا گیا تھا اس کو ہم نے تیری ہی توفیق سے اے ہمارے مولیٰ اور تیری ہی رضا کے مطابق ادا کر دیا ہے۔ اے خدا تو ایسا ہی کر۔ اللھم آمین! اللھم آمین!! اللھم آمین۔

(جلسہ سالانہ ربوہ 26 دسمبر 1973ء)

مہمان نوازی

(مقالہ نگار: مکرم نوید احمد سعید صاحب)

مہماں جو کر کے الفت آئے بصد محبّت
دل کو ہوئی ہے فرحت اور جاں کو میری راحت
پر دل کو پہنچے غم جب یاد آئے وقت رخصت
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے اور اس کی تعلیمات میں عمدہ اخلاق کو عظیم حیثیت حاصل ہے کیونکہ عمدہ اخلاق دلوں کو فتح کرنے کی بنیاد ہیں۔ دین حق کے دیئے ہوئے اخلاق حمیدہ میں سے ایک خلق مہمان نوازی ہے۔ یہ خلق دراصل تمام مذاہب کا مشترکہ ہے اور تمام انبیاء کرام اس بنیادی اخلاق کے حامل تھے۔

بانئ اسلام جن عمدہ اخلاق پر فائز تھے ان میں سے مہمان نوازی بھی تھا۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی اس گھبراہٹ کو دور کرنے کے لئے جو وحی الٰہی کا بوجھ آپؐ کو عطا ہونے پر آپؐ پر طاری تھی، جن اخلاق کا ذکر کر کے کہا تھا کہ جس شخص میں یہ خلق ہوں کس طرح ہو سکتا ہے کہ خدا اسے ضائع کرے۔ یقیناً آپؐ سچے نبی ہیں۔ وہ عظیم الشان گواہی یہ ہے:-

كَلاَّ وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْكَلَّ وَ تَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَقْرِى الضَّيْفَ وَ تُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ. (کتاب بدا الوحی باب کیف کان بدا الوحی)

کہ خدا آپ کو ہرگز ضائع نہیں کرے گا کیونکہ (جس میں آپ کی طرح کے یہ خلق ہوں وہ کبھی ضائع نہیں ہوتا وہ یہ ہیں کہ) آپ صلہ رحمی کی تعلیم دیتے ہیں۔ مجبوروں کے بوجھ اٹھاتے ہیں اور مردہ اخلاق کو زندہ کرتے ہیں اور مہمانوں کی عزت کرتے ہیں اور مصیبتوں پر مدد کرتے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں مہمان اور میزبان کے حقوق و فرائض پر روشنی ڈالی گئی ہے اور کوشش کی گئی ہے کہ واقعات کی روشنی میں اسے واضح کیا جائے کہ کس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے غلام کامل حضرت مسیح موعود..... اپنے مہمانوں کی تکریم کرتے تھے۔

مہمان نوازی کی ترغیب دلانا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد عبدالقیس حاضر ہوا تو آپؐ نے انصار سے مخاطب ہو کر فرمایا:-

"اپنے بھائیوں کی خاطر مدارات کرو کیونکہ شکل میں، صورت میں، وضع میں اور اسلام میں وہ تم سے مشابہ ہیں اور بلا جبر واکراہ اسلام لائے ہیں۔ انصار نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ صبح کے وقت وہ لوگ حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا تمہارے بھائیوں نے تمہاری خاطر مدارات کیسی کی؟ بولے بڑے اچھے لوگ ہیں۔ ہمارے لئے نرم بچھونے بچھائے۔ عمدہ کھانے کھلائے اور رات بھر کتاب وسنت کی تعلیم دیتے رہے اور ہر ایک نے جو کچھ پڑھا تھا اس کو سنا اور کچھ باتیں خود بھی بتائیں"۔ (مسند احمد جلد نمبر3 صفحہ432)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ زور اکرام ضیف پر دیا ہے اور اس کو بنیادی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابو شریح کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے چاہیئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ ایک دن اور ایک رات تو اس کا حق ہے اور مہمان نوازی تین دن تک ہے اور جو اس کے بعد ہے وہ صدقہ ہے اور مہمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ میزبان کے گھر اتنا لمبا قیام کرے کہ اسے تنگ ہی کر دے۔

حضرت منشی ظفر احمد صاحب کپور تھلوی روایت کرتے ہیں:-

"ایک دفعہ منی پور آسام کے دور دراز علاقہ سے دو (غیر از جماعت) مہمان حضرت مسیح موعود کا نام سن کر حضور کو ملنے کے لئے قادیان آئے اور مہمان خانہ کے پاس پہنچ کر لنگر خانہ کے خادموں کو اپنا سامان اتارنے اور چارپائی بچھانے کو کہا۔ لیکن ان خدام نے اس طرف فوری توجہ نہ دی اور وہ ان مہمانوں کو یہ کہہ کر دوسری طرف چلے گئے کہ آپ یکہ سے سامان اتاریں چارپائی بھی آجائے گی۔ ان تھکے ماندے مہمانوں کو یہ جواب ناگوار گزرا اور وہ رنجیدہ ہو کر اسی وقت بٹالہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

جب حضور کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو حضور فوراً ایسی حالت میں کہ جوتا پہننا بھی مشکل ہو گیا ان کے پیچھے بٹالہ کے راستہ پر تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے چل پڑے۔ چند خدام بھی ساتھ ہوگئے اور حضرت منشی ظفر احمد صاحب روایت کرتے ہیں کہ میں بھی ساتھ ہولیا۔ حضور اس وقت اتنی تیزی کے ساتھ ان کے پیچھے گئے کہ قادیان سے دو اڑھائی میل پر نہر کے پل کے پاس انہیں جالیا اور بڑی محبت اور معذرت کے ساتھ اصرار کیا کہ واپس چلیں اور فرمایا آپ کے واپس چلے آنے سے مجھے بہت تکلیف ہوئی ہے۔ آپ یکہ پر سوار ہو جائیں میں آپ کے ساتھ پیدل چلوں گا۔ مگر وہ احترام اور شرمندگی کی

وجہ سے سوار نہ ہوئے اور حضور انہیں اپنے ساتھ لے کر قادیان واپس آ گئے اور مہمان خانہ میں پہنچ کر ان کا سامان اتارنے کے لئے حضور نے خود اپنا ہاتھ یکہ کی طرف بڑھایا۔ مگر خدام نے آگے بڑھ کر سامان اتار لیا۔ اس کے بعد حضور ان کے پاس بیٹھ کر محبت اور دلداری کی گفتگو فرماتے رہے اور کھانے وغیرہ کے متعلق بھی پوچھا کہ آپ کیا کھانا پسند کرتے ہیں اور کسی خاص کھانے کی عادت تو نہیں؟ اور جب تک کھانا نہ آیا حضور ان کے پاس بیٹھے ہوئے بڑی شفقت کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ دوسرے دن جب یہ مہمان واپس روانہ ہونے لگے تو حضور نے دودھ کے دو گلاس منگوا کر ان کے سامنے بڑی محبت کے ساتھ پیش کئے اور پھر دو اڑھائی میل پیدل چل کر بٹالہ کے رستہ والی نہر تک چھوڑنے کے لئے ان کے ساتھ گئے اور اپنے سامنے یکہ پر سوار کرا کے واپس تشریف لائے۔

حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری بیان کرتے ہیں:۔

"ایک دفعہ حضور بیت الذکر میں تشریف فرما تھے۔ میں پاؤں دبا رہا تھا کہ کھڑکی پر شرمپت لالہ ملاوامل نے دستک دی۔ میں اٹھ کر کھڑکی کھولنے لگا مگر حضور بڑی جلدی سے اٹھے اور تیزی سے جا کر زنجیر کھول دی اور پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئے اور فرمایا یہ ہمارے مہمان ہیں اور آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے"۔ (سیرت المہدی جلد اول)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہمان نوازی کی اہمیت واضح کرتے ہوئے سب سے بہترین اسلام کے حصوں میں سے ایک حصہ کھانا کھلانا بھی قرار دیا ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ:۔

"ایک آدمی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو کھانا کھلائے اور جسے تو جانتا ہے یا جسے نہیں جانتا اسے سلام کہے۔

کھانے میں نقص نہ نکالا جائے

ہمارے ہاں عام رواج ہے کہ کسی کے گھر سے دعوت کھا کر آنے کے بعد میزبان کے محبت اور خلوص کی تعریفیں کرنے کی بجائے اس کے انتظامات میں نقص نکالنے شروع کر دیئے جاتے ہیں اور ہنسی اڑائی جاتی ہے اور سب سے زیادہ نقص کھانے کے متعلق ہوتے ہیں کہ اس نے فلاں اچھی چیز ہمارے لئے نہیں پکائی یا جو کھانا پکایا تھا وہ صحیح نہیں پکا تھا۔ ہم نے بمشکل زہر مار کر کے کھا لیا۔ اور بعض احباب تو میزبان کے منہ پر ہی کہہ دیتے ہیں اور اس طرح اپنی عزت کم کرتے ہیں اور دوسری طرف میزبان کو شرمندہ کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالے۔

حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے کو کبھی برا نہیں کہا۔ اگر پسند فرماتے تو اس کو کھالیتے اور ناپسند ہوتا تو چھوڑ دیتے تھے"۔ (ابوداؤد)

اس سلسلے میں ایک اور واقعہ درج کرتا ہوں جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند اخلاق کا شاہکار ہے۔ ایک گھر میں گئے اور صرف سرکہ پیش کیا گیا۔ دنیا دار آدمی ہوتا تو اٹھا کر پرے پھینک دیتا کہ یہ کیا چیز ہے۔ کوئی عمدہ چیز لاؤ۔ مگر رحمت عالم کے یہ طریقے نہیں تھے۔ آپؐ غریب کی عزت قائم کرنے آئے تھے اور غریب مہمان کی عظمت بھی ویسی ہی ہے جیسے امیر کی اور آپؐ نے بحیثیت مہمان اپنے میزبان کے جذبات کا خوب خیال رکھا ہے۔ حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ:۔

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے گھر آئے اور کھانا طلب فرمایا۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس صرف سرکہ ہی ہے۔ آپؐ نے اسے ہی منگوایا اور کھانا شروع کیا اور ساتھ ساتھ فرماتے جاتے تھے سرکہ کیا ہی خوب کھانا ہے۔ سرکہ کتنا اچھا کھانا ہے"۔ (ریاض الصالحین صفحہ 331)

مہمان کی روحانی تعلیم کا خیال رکھنا بھی میزبان پر فرض ہے

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا سب سے زیادہ احساس تھا اور آپؐ صحابہ کرام کو گاہے گاہے کھانے کے آداب سکھاتے رہتے تھے۔ بسم اللہ ابتداء میں پڑھنے کی تلقین بہت کثرت سے کرتے تھے۔ یہ تو انفرادی چیز ہے لیکن اگر کسی دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھایا جائے تو اس کے آداب کی بعض اوقات پرواہ نہیں کی جاتی۔ آنحضورؐ نے اس بات کو تکبر قرار دے کر اس سے روکا ہے۔

حضرت سلمہ بن الاکوعؓ سے روایت ہے کہ:۔

"ایک آدمی آپ کے پاس مہمان ہوا اور اس نے آپؐ کے ساتھ کھانا کھایا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کیا۔ آپؐ نے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ فرمایا کیا تو دائیں ہاتھ سے کھانے کی طاقت نہیں رکھتا؟ اور پھر فرمایا کہ صرف کبر کی وجہ سے یہ ایسا نہیں کرتا"۔

(مسلم حدیث نمبر 2021 بحوالہ ریاض الصالحین صفحہ 342)

مہمان میزبان کی خواہش کا احترام کرے

ہمارے ہاں اس بات کا اہتمام نہیں۔ مثلاً میزبان کی خواہش ہے کہ وہ صرف اپنے دوست کو ہی بلائے اور دوست

اپنے ساتھ اور افراد کو بھی لے آتا ہے اور ناحق میزبان کو تکلیف میں مبتلا کرتا ہے۔ تو پہلے میزبان سے اجازت لے ورنہ دوستوں سے معذرت کردے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ اس بارے میں کیا خوب ہے۔

حضرت ابو مسعودؓ البدری کہتے ہیں:۔

"ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت طعام کی اور پانچ افراد کا کھانا تیار کیا۔ آپؐ ساتھیوں کے ساتھ جارہے تھے کہ ایک آدمی پیچھے چل پڑا۔ جب آپ ابو مسعودؓ کے دروازے پر پہنچے تو فرمایا کہ یہ شخص ہمارے ساتھ آگیا ہے۔ اگر تم اجازت دو تو یہ بھی کھانا کھالے وگرنہ ہم اسے واپس بھیج دیں گے۔ میزبان نے کہا نہیں یارسول اللہؐ میں اسے بھی کھانا کھلاؤں گا۔ اس طرح ایک عمدہ نمونہ پیش کیا"۔

میزبان کے فرائض میں اس بات کو بھی اہمیت حاصل ہے کہ اسے معلوم ہو کہ مہمان کو کیا پسند ہے۔ اگر تو مہمان افراد خاندان میں سے ہے تو اسے اس کی پسند کا علم ہوگا وگرنہ اچھی چیز پکانی چاہیئے جو ہر قسم کی طبیعت کے مناسب حال ہو۔ حضرت مسیح موعود... اس بات کا بہت خیال رکھتے تھے کہ مہمان کی پسند ملحوظ رہے۔ حضرت منشی ظفر احمد صاحب فرماتے ہیں:۔

"حضور مہمانوں کے بارہ میں دریافت فرماتے کہ کسی کو کسی خاص چیز کی عادت تو نہیں۔ فلاں مہمان کو کیا پسند ہے اور پھر اس کے مطابق کھانا تیار کرواتے۔ نیز مہمانوں کے لئے اپنے ساتھیوں سے پوچھ پوچھ کر عمدہ کھانے پکواتے۔ چنانچہ ایک دفعہ حکیم حسام الدین صاحب کو بلایا اور فرمایا کہ میر صاحب کوئی عمدہ کھانا بتلائیے جو مہمانوں کے لئے پکوایا جائے۔ انہوں نے کہا میں شب دیگ بہت عمدہ پکوانی جانتا ہوں۔ آپ نے فرمایا بہت اچھا اور ایک مٹھی روپوں کی نکال کر ان کے آگے رکھ دی۔ انہوں نے بقدر ضرورت اٹھالئے اور آکر انہوں نے بہت سے شلجم منگوائے اور چالیس پچاس کے قریب کھونٹیاں لکڑی کی بنوائیں۔ شلجم چھلوا کر کھونٹیوں سے کوچے لگوانے شروع کئے اور ان میں مصالحہ اور زعفران وغیرہ ایسی چیزیں بھروادیں۔ پھر وہ دیگ پکوائی جو واقعہ میں بہت لذیذ تھی اور حضرت صاحب نے بہت پسند فرمائی اور مہمانوں کو کھلائی گئی"۔ (....احمد جلد 4 صفحہ 120)

میزبان خود کو مہمان کا خادم سمجھے

میزبان مہمان کا خادم ہے۔ اگر ساتھ کھانا کھائے تو مہمان کی عزت افزائی ہے لیکن احسن یہ ہے کہ پہلے حق خدمت ادا کرے پھر آخر پر خود کھانا کھائے یا اگر کھانا نہ ہو اور صرف پینے والا کام ہو تو آخر پر خود مشروب نوش کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

ساقی القوم آخرھم

مہمان نواز، پلانے والا خود آخر میں پیئے (یا کھائے)

"اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپؐ نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا اور خود بنفس نفیس ان کی خدمت کی"۔

(الشفاء للقاضی عیاض۔ سیرۃ النبیؐ جلد دوم صفحہ 191)

"کبھی ایسا ہوتا کہ مہمان آجاتے اور گھر میں جو کچھ موجود ہوتا وہ ان کی نذر ہو جاتا اور تمام اہل و عیال فاقہ کرتے"۔

(مسند احمد بن حنبل۔ صفحہ 392 بحوالہ صفحہ 191)

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم راتوں کو اٹھ کر اپنے مہمانوں کی خبر گیری کرتے تھے"۔

(ابوداؤد کتاب الادب بحوالہ صفحہ 181)

مہمانوں کا خیال رکھنا

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ:-

"ایک دفعہ گرمی کا موسم تھا اور حضرت مسیح موعود... کے اہل خانہ لدھیانہ گئے ہوئے تھے۔ میں حضور کو ملنے اندرون خانہ گیا۔ کمرہ نیا نیا بنا تھا اور ٹھنڈا تھا۔ میں ایک چارپائی پر لیٹ گیا اور مجھے نیند آگئی۔ حضور اس وقت کچھ تصنیف فرماتے ہوئے ٹہل رہے تھے۔ جب میں چونک کر جاگا تو دیکھا کہ حضرت مسیح موعود.... میری چارپائی کے پاس نیچے فرش پر لیٹے ہوئے تھے۔ میں گھبرا کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود... نے بڑی محبت سے پوچھا مولوی صاحب آپ کیوں اٹھ بیٹھے؟ میں نے کہا حضور نیچے لیٹے ہوئے ہیں۔ میں اوپر کیسے سو سکتا ہوں؟ مسکرا کر فرمایا آپ بے تکلفی سے لیٹے رہیں۔ میں تو آپ کا پہرہ دے رہا تھا۔ بچے شور کرتے تھے تو میں انہیں روکتا تھا تاکہ آپ کی نیند میں خلل نہ آئے"۔

انسان کے اخلاق میں مہمان کا بھی ایک خاص مقام ہوتا ہے

"ایک بہت شریف اور بڑے غریب مزاج احمدی سیٹھی غلام نبی صاحب ہوتے تھے۔ جو رہنے والے تو چکوال کے تھے مگر راولپنڈی میں دکان بھی کرتے تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں حضرت مسیح موعود... کی ملاقات کے لئے قادیان آیا۔ سردی کا موسم تھا اور کچھ بارش بھی ہو رہی تھی۔ میں شام کے وقت قادیان پہنچا تھا۔ رات کو جب کھانا کھا کر لیٹ گیا اور کافی رات گزر گئی اور قریباً بارہ بجے کا وقت ہو گیا تو کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حضرت مسیح موعود... کھڑے تھے۔ ایک ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا اور دوسرے ہاتھ میں

لالٹین تھی۔ میں حضور کو دیکھ کر گھبرا گیا۔ مگر حضور نے بڑی شفقت سے فرمایا کہیں سے دودھ آگیا تھا۔ میں نے کہا آپ کو دے آؤں۔ آپ یہ دودھ پی لیں۔ آپ کو شاید دودھ کی عادت ہوگی۔ اس لئے یہ دودھ آپ کے لئے لے آیا ہوں"۔

(سیرت المہدی جلد سوم بحوالہ سیرت طیبہ صفحہ69۔70)

ایک بار جلسہ سالانہ کے موقع پر بہت سے آدمی اپنے بستر ساتھ نہ لائے تھے۔ مہمانوں کے لئے اندر سے بستر منگوانے شروع ہوئے۔ ایک کارکن عشاء کے بعد حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ حضور بغلوں میں ہاتھ دیئے بیٹھے ہیں۔ ایک صاحبزادہ لیٹا تھا اور مختری چوغہ اوڑھا رکھا تھا۔ معلوم ہوا کہ آپ نے اپنا لحاف بھی مہمانوں کے لئے بھجوا دیا تھا۔ اس نے عرض کی کہ حضور کے پاس کوئی کپڑا نہیں رہا اور سردی بہت سخت ہے۔ فرمانے لگے:۔

"مہمانوں کو تکلیف نہیں ہونی چاہیئے اور ہمارا کیا ہے۔ رات گزر جائے گی"۔ پھر وہ کسی سے لحاف مانگ کر اوپر لے گیا تو حضور نے فرمایا کسی مہمان کو دے دو۔ مجھے تو اکثر نیند بھی نہیں آتی اور باوجود اصرار کے حضور نے وہ لحاف نہ لیا"۔

(....احمد جلد4 صفحہ118)

مہمان نوازی کے تعلق میں مولانا ابوالکلام آزاد کے بڑے بھائی مولانا ابوالنصر مرحوم کے قادیان جانے کا ذکر بھی اس جگہ بے موقع نہ ہوگا۔ وہ 1905ء میں حضرت مسیح موعود... کی ملاقات کے لئے قادیان تشریف لے گئے۔ بہت زیرک اور سمجھدار بزرگ تھے۔ قادیان سے واپس آکر انہوں نے اخبار وکیل امرتسر میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں مولانا ابوالنصر فرماتے ہیں کہ:۔

"میں نے کیا دیکھا؟ قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی اور ان کا مہمان رہا۔ مرزا صاحب کے اخلاق اور توجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہیئے.... اکرام ضیف کی صفت خاص اشخاص تک محدود نہ تھی۔ چھوٹے سے لے کر بڑے تک ہر ایک سے بھائی کا سا سلوک کیا...... مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے۔ جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے..... اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز۔ مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان انکساری کیفیت میں اعتدال پیدا کر رہا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں۔ مرزا صاحب کے مریدوں میں میں نے بڑی عقیدت دیکھی اور انہیں بہت خوش اعتقاد پایا.... مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقع دیا کہ ہم آپ کو اس وعدہ پر (واپس جانے کی) اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔ میں جس شوق کو لے کر گیا تھا اسے ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے"۔ (اخبار وکیل امرتسر بحوالہ شمائل مصنفہ حضرت عرفانی) (سیرت طیبہ صفحہ114۔115)

مہمان کی خدمت ہاتھ سے کرنا

موجودہ زمانہ میں ہاتھ سے کام کرنا عیب سمجھا جاتا ہے اور خصوصاً امراء تو اسے برائی سمجھتے ہیں۔ مگر خدا کے برگزیدہ بندے نہ صرف اپنا کام کرتے تھے بلکہ اپنے مہمانوں کی خدمت اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ یعنی خود ان کے لئے سامان اور کھانا فراہم کرتے تھے اور میزبانی کے اس تقاضے کو پورا کرتے تھے جو خدا کی طرف سے ہر فردِ انسانی پر عائد ہے۔ آنحضورؐ کی ذات ہمارے لئے اس بارے میں کامل نمونہ ہے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب بیان کرتے ہیں کہ:-

"غالباً 1897ء یا 1898ء کا واقعہ ہوگا۔ مجھے حضرت صاحب نے بیت مبارک میں بٹھایا جو کہ اس وقت ایک چھوٹی سی جگہ تھی۔ فرمایا کہ آپ بیٹھئے میں آپ کے لئے کھانا لاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ میرا خیال تھا کہ کسی خادم کے ہاتھ کھانا بھیج دیں گے مگر چند منٹ کے بعد کھڑکی کھلی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ اپنے ہاتھ میں سینی اٹھائے ہوئے میرے لئے کھانا لائے ہیں۔ مجھے دیکھ کر فرمایا کہ آپ کھانا کھائیے میں پانی لاتا ہوں۔ بے اختیار رقت سے میرے آنسو نکل آئے کہ جب حضرت ہمارے مقتداء پیشوا ہو کر ہماری یہ خدمت کرتے ہیں، ہمیں آپس میں ایک دوسرے کی کس قدر خدمت کرنی چاہیئے"۔ (ذکر حبیب صفحہ 328)

غیر مسلم مہمانوں کا اکرام

"ایک رات ایک غیر مسلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مہمان ہوا۔ آپ نے اسے بکری کا دودھ دوہ کر دیا۔ لیکن وہ سیر نہ ہوا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پیش کیا۔ لیکن پھر بھی اس کی تسلی نہ ہوئی۔ اس پر تیسری، چوتھی یہاں تک کہ وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپؐ اس کی حرص پر مسکرائے لیکن مہمان سے کوئی بات نہ کی"۔

(ترمذی ابواب الاطعمہ باب ان المومن یاکل فی معاً واحداً)

"ایک مرتبہ ایک یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مہمان ہوا۔ نظام ہضم کی خرابی کی وجہ سے اسکو اسہال شروع ہوگئے اور رات کو بستر کی چادر خراب ہوگئی۔ صبح وہ شرم کے مارے ملے بغیر چلا گیا۔ اتفاق سے وہ اپنی تلوار حضورؐ کے گھر بھول آیا تھا۔ جب اسے یاد آیا تو واپس لوٹا اور دیکھا کہ حضورؐ خود اپنے ہاتھوں سے اس کپڑے کو دھو رہے تھے"۔

اگر مہمان کو معلوم ہو کہ اس کا میزبان تنگ دست ہے اور لمبے عرصے تک اس کی خدمت نہیں کرسکتا تو اسے چاہیئے

کہ اتنا عرصہ ہی قیام کرے جتنا میزبان برداشت کر سکے۔ اور اسے تکلیف محسوس نہ ہو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

"کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کے پاس اتنا لمبا عرصہ قیام کرے کہ وہ اسے تکلیف دینے لگے۔ صحابہؓ نے پوچھا یارسول اللہؐ وہ کیسے تکلیف دے گا؟ فرمایا وہ اس کے پاس قیام کرے جب کہ میزبان کے پاس کچھ نہ ہوگا۔ جس سے وہ اس (مہمان) کی ضیافت کرے (اس محرومی کی وجہ سے اسے تکلیف ہوگی)۔

اجتماعی کھانا تقسیم کرنے کی صورت میں دائیں طرف والے کو ترجیح دی جائے

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ:۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی اور حضرت ابوبکرؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ جب آپؐ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا تو آپؐ نے اس میں سے کچھ پی لیا اور پھر اعرابی کو جو دائیں طرف تھا پیالہ دیا اور فرمایا "الایمن فالایمن" کہ دائیں طرف والے کا زیادہ حق ہے"۔ (ریاض الصالحین صفحہ 338)

حضرت سھل بن سعد رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:۔

"کچھ احباب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف فرما تھے اور آپؐ کے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا۔ آپؐ نے اس میں سے پیا اور دائیں طرف والے نوجوان سے پوچھا کہ کیا تو مجھے اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ میں بائیں طرف والے بزرگ کو یہ دے دوں۔ لڑکے نے کہا نہیں اور آپؐ نے دائیں طرف والے کو پیالہ دے دیا۔

مہمان کے سامنے ایسی بات نہ کریں جس سے مہمان کے دل میں میزبان کی عزت کم ہوجائے

ایسی باتوں سے اجتناب ضروری ہے اور کسی دوسرے کو بھی اس کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ مہمان ایک معزز فرد ہے جس کی عزت ہر حال میں قائم کرنا ضروری ہے۔ میزبان کے متعلق ایسی بات سن کر مہمان کو تکلیف پہنچنا لازمی ہے۔ حضرت لوطؑ کا واقعہ اس کی روشن مثال ہے۔ جب آپ کے پاس فرشتے مہمانوں کے روپ میں آئے تو آپ کو ان کی مہمان نوازی کا اتنا فکر تھی کہ جب قوم نے مخالفت کی تو آپ نے یہ الفاظ فرمائے:۔

فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِیْ ضَیْفِیْ اَلَیْسَ مِنْکُمْ رَجُلٌ رَّشِیْدٌ (ھود: ۷۸)

میزبان کو مہمان کی دل شکنی نہ کرنی چاہیئے

دنیا میں یہ ہوتا ہے کہ غریب مہمانوں اور غریب رشتہ داروں کو لوگ کم پوچھتے ہیں اور اس کے مقابل پر امراء کی تعظیم کی جاتی ہے اور یہ سوچے بغیر کہ غریب کے لئے محبت کے دو بول بھی کافی ہو سکتے ہیں اس کی دل شکنی کر دی جاتی ہے۔ لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا اور انسانیت کے لحاظ سے سب کو برابر مقام دے کر تقویٰ کا امتیاز کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود... کے اندر یہ خلق اعلیٰ درجہ کا تھا کہ آپ کسی مہمان کی دل شکنی گوارا نہ کرتے تھے۔ ایک واقعہ اس کے متعلق درج کرتا ہوں:-

"حضور کے ایک "رفیق" نظام دین صاحب لدھیانوی بہت غریب آدمی تھے۔ ایک دن بیت مبارک کی چھت پر کھانا کھانے کے لئے احباب تشریف فرما تھے۔ میاں نظام دین صاحب بھی ان میں بیٹھے تھے۔ ان کے کپڑے بھی پھٹے تھے۔ اتنے میں کئی اور آدمی آتے گئے اور حضور کے قریب بیٹھتے گئے۔ نظام دین صاحب جو حضور سے چار پانچ آدمی پرے بیٹھے تھے ان اکابر کے آنے پر وہ اور بھی پیچھے سرکتے گئے حتیٰ کہ وہ جوتیوں کی جگہ تک پہنچ گئے۔ اتنے میں کھانا آیا تو حضور نے ایک سالن کا پیالہ اور کچھ روٹیاں ہاتھ میں اٹھالیں اور میاں نظام دین کو مخاطب ہو کر فرمایا:-

"آؤ میاں نظام دین ہم اور آپ اندر بیٹھ کر کھانا کھائیں"

اور یہ فرما کر بیت کے صحن کے اندر ایک ہی پیالہ میں کھانا کھایا اور کوئی دوسرا دوست اندر نہ گیا۔ جو لوگ قریب آکر بیٹھتے گئے تھے اب ان کے چہرے پر شرمندگی تھی"۔ (.....احمد جلد 4 صفحہ 104)

مہمان کے راستے کی ضروریات کا خیال بھی رکھنا چاہیئے

قریشی محمد عثمان صاحب نے بیان کیا:-

"جب میں حضور سے رخصت ہونے لگا تو فرمایا بٹالہ دو بجے کے قریب پہنچو گے۔ راستہ میں کھانے کا وقت آجائے گا اسلئے یہیں سے کھانا ساتھ کئے دیتے ہیں۔ چنانچہ حضور نے اپنے گھر سے کھانا تیار کروا کے ہمارے ساتھ کر دیا"۔

(شمائل احمد صفحہ 66)

مہمانوں کی خدمت کر کے خوشی محسوس کرنی چاہیئے

"قبیلہ مضر کے کچھ لوگ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہروں پر فاقہ کشی

کے آثار دیکھے۔ آپؐ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ مسلمانوں کو جمع کرو۔ پھر آپؐ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور ان مہمانوں کی مدد کی تلقین کی۔ ہر شخص نے حسب استطاعت کچھ نہ کچھ پیش کیا۔ یہاں تک کہ ان کے کھانے اور لباس کا مناسب سامان میسر آگیا۔ روای کہتا ہے کہ اس وقت میں نے حضور کے چہرہ کو اس طرح چمکتا ہوا دیکھا گویا وہ سونے کی ڈلی ہے"۔ (نسائی کتاب الزکوٰۃ باب التحریص علی الصدقہ)

صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان مہمان نوازی

"ایک مرتبہ ایک مہمان دربارِ نبویؐ میں آیا۔ وہ ایام سخت تنگی کے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو تحریک فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص اس کی مہمان نوازی کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحم کی امید پر اپنے گھر میں موجود سامان خورد و نوش کا جائزہ لئے بغیر حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ میں اس مہمان کو اپنے گھر لے جاتا ہوں۔ چنانچہ اسے ساتھ لے گئے۔ گھر پہنچے تو بیوی سے معلوم ہوا کہ کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ صرف اتنا ہی کھانا ہے جو بچوں کے لئے بمشکل کفایت کرسکے گا۔ لیکن بیوی کی طرف سے مایوس کن اطلاع کے باوجود انہیں کوئی تشویش نہ ہوئی اور جذبہ مہمان نوازی میں کوئی فرق نہ آیا۔ آپ نے بیوی سے کہا کہ زیادہ فکر تو بچوں کا ہی ہے لیکن ان کو پیار اور دلاسا دے کر بھوکا ہی سلادو۔ لیکن ایک مشکل ابھی باقی ہے اور وہ یہ رسم و رواج کے مطابق میزبان کو بھی ساتھ کھانے میں شامل ہونا پڑتا تھا۔ اس کا حل آپ نے یہ سوچا کہ جب کھانے کے لئے بیٹھیں تو بیوی روشنی ٹھیک کرنے کے بہانے سے چراغ گل کردے اور پھر دونوں ساتھ بیٹھ کر یونہی منہ ہلاتے رہیں گویا کھانا کھا رہے ہیں۔ لیکن دراصل کچھ نہ کھائیں۔ چنانچہ اس طرح ہی کیا گیا اور مہمان نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اللہ تعالیٰ نے اظہار خوشنودی کے طور پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ سے خبر دی۔ چنانچہ صبح رسول کریمؐ نے ابو طلحہؓ پر خوشی کا اظہار کیا"۔

(مسلم، بخاری کتاب التفسیر)

مہمان نوازی میں اسراف منع ہے

آپؐ نے اسراف کو منع کیا ہے اور وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ کہہ کر وضاحت کی ہے۔ چنانچہ ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

"جس شخص کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے تین آدمی اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان میں سے پانچ آدمی ساتھ لے جائے۔ چنانچہ حضرت ابوبکرؓ تین آدمی ساتھ لے گئے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دس آدمیوں کو لے گئے۔ (صحیح مسلم)

میزبان کے حق میں دعا کرنا

مہمان کے فرائض میں یہ بات شامل ہے کہ وہ میزبان کے لئے دعا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق تھا کہ آپ میزبان کے لئے دعا کرتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب انصار میں سے کسی کے ہاں مہمان جاتے تو آپؐ کا یہ معمول تھا کہ آپؐ کھانا وغیرہ تناول فرما کر واپس جانے سے پہلے وہاں دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے یا موقع کی مناسبت سے دعا ہی کروا دیتے اور اہل خانہ کے لئے خاص طور پر دعا کرتے"۔ (بخاری کتاب الادب)

اور اسی لئے آپؐ نے اپنی امت کو بھی سکھایا ہے کہ وہ دعوت کھا کر بعد میں دعا کیا کریں۔ چنانچہ آپ نے یہ دعا سکھائی:۔

اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَهُمْ فِي مَارَزَقْتَهُمْ وَارْزُقْهُمْ مِنْ حَيْثُ لَايَحْتَسِبُ

آخر پر حضرت مسیح موعود... کی ایک خواہش درج کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں جو آپ نے اپنی جماعت کے سامنے مہمان نوازی کے سلسلے میں ظاہر فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:۔

"اگر کوئی مہمان آوے اور سبّ و شتم تک بھی اس کی نوبت پہنچے تو تم کو چاہیئے کہ چپ کر رہو۔ جس حال میں کہ وہ ہمارے حال سے واقف نہیں ہے۔ نہ ہمارے مریدوں میں داخل ہے تو کیا حق ہے کہ ہم اس سے وہ ادب چاہیں جو ایک مرید کو کرنا چاہیئے۔ یہ بھی ان کا احسان ہے کہ نرمی سے بات کرتے ہیں"۔

"خدا کرے کہ ہماری جماعت پر وہ دن آوے کہ جو لوگ محض ناواقف ہیں اگر وہ آویں تو بھائیوں کی طرح سلوک کریں۔ بھلا ان لوگوں کو کیا پڑی ہے کہ تکلیف اٹھا کر کچی سڑک پر دھکے کھانے آتے ہیں۔ پیغمبر خدا فرماتے ہیں کہ زیارت کرنے والے کا حق ہے کہ جو چاہے کہے۔ ہمارے لئے تلخی کرنا معصیت ہے۔ ان کو اسی لئے ٹھہراتا ہوں کہ یہ غلطی رفع ہو۔ بھائیوں کی طرح سلوک کیا کرو اور پیش آیا کرو"۔

(ملفوظات جلد سوئم صفحہ 79, 81)

"ہر ایک سختی کی برداشت کرو۔ ہر ایک گالی کا نرمی سے جواب دو۔ تا آسمان پر تمہارے لئے اجر لکھا جاوے"۔

(نسیم دعوت)

چلتی پھرتی تبلیغی شمعیں

بابا چکی را۔ بابا نمازی۔ بابا جھنڈا

(مکرم احسن اسماعیل صاحب صدیقی)

بابا چکی را المعروف منگو شاہ

"چکی رالو بھئی چکی رالو" یہ آواز آج سے قریباً نصف صدی پہلے گوجرہ اور اس کے دور و نزدیک کے دیہات و قصبات کی گلیوں میں سنائی دیا کرتی تھی۔ ہمارے خاندان نے ابھی تازہ تازہ احمدیت قبول کی تھی۔ میں نے کسی بھی گھر سے اس بابا کو بلواتے یا کوئی کام کرواتے نہیں دیکھا تھا۔ ایک دن ہم گھر کے صحن میں بیٹھے گپ شپ کر رہے تھے۔ امی جان ذرا فاصلے پر بیٹھی کوئی کتاب دیکھ رہی تھیں۔ اتنے میں وہی آواز سنائی دی تو میں نے امی جان سے پوچھا کہ بابا اکثر یہ آواز کیوں لگاتا پھرتا ہے۔ محلہ میں کوئی بھی اس سے نہ کچھ خریدتا ہے اور نہ کچھ پوچھتا ہے۔ میں آج اس سے پوچھوں گا۔ امی بولیں کہ بیٹا ہمارے پاس کون سی چکی ہے جو ہم رہائیں گے۔ ہم تو کئی سالوں سے شہر میں رہ رہے ہیں۔ آٹا خرید کر کھاتے ہیں۔ میں نے کہا تو پھر "چکی رالو" کی آواز دینے سے اس کا کیا مطلب؟ وہ بولیں بیٹا یہ بابا ایسی چکیوں کے پاٹوں کو جو پتھر کے ہوتے ہیں اپنے نوکیلے ہتھیار سے کھود کھود کر دندانے دار بنا دیتا ہے تاکہ جب گندم اس میں ڈالی جائے تو دونوں پاٹوں میں گھس گھس کر خوب اچھی طرح پس جائے۔ اس کام کو چکی رہانا کہتے ہیں۔ دیہات کے اکثر گھروں میں یہ دستی چکیاں ہوتی ہیں اور دیہاتی خواتین تو ہر روز گندم اور مکی چکیوں پر پیستی ہیں۔ میں نے کہا کہ آج اس بابا کو روک کر اس کے کام کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی چاہیئے۔ یہ کہہ کر میں نے گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر بابا کو آواز دے کر بلایا۔

یہ بوڑھا آدمی ہمیں اپنا گاہک سمجھ کر تیز قدموں سے ہماری طرف آیا۔ السلام علیکم کہہ کر اپنا تھیلا نیچے رکھا اور بولا حکم کرو جی۔ یہ بابا جی کالے سے رنگ کے کمزور جسم کے انسان تھے۔ آنکھوں میں ایک چمک سی تھی اور زبان پر جیسے شیرینی چڑھی ہوئی تھی۔ خدا کا کرنا دیکھئے کہ اسی وقت پڑوسیوں کے ہاں سے پیغام آگیا کہ ہم نے اپنی چکی رہانی ہے۔ بس پھر کیا تھا ہمیں باتیں کرنے کا موقع مل گیا۔ بابا جی نے وہ چکی منگوائی اور رہانے لگے۔ میں نے کہا بابا جی میں نے بھی آپ کو چکی رہاتے دیکھنا چاہا تھا۔ اس لئے آواز دی تھی۔ وہ خوش ہو گئے اور اپنا کام کرنے

لگے۔ میں دیکھتا رہا اور وہ اپنا کام کرتے ہوئے حسبِ عادت یہ پنجابی گیت گانے لگے:۔

آؤنی سیتو رل مل چلئے مہدی دے دربار
آؤنی سیتو رل مل چلئے مہدی دے دربار

مہدی آیا جانی آیا کلمہ پاک دا رنگ جمایا
مہدی قادیاں دے وچ آیا دین ..... دا رنگ جمایا

وہ اپنے کام میں مگن گاتا جاتا تھا۔ ہمارا خاندان ابھی حال ہی میں حلقہ بگوش احمدیت ہوا تھا۔ اس لئے ایک بوڑھے دیہاتی سے یہ گیت سن کر دل میں ایک پیاری سی تڑپ انگڑائیاں لینے لگی کہ بابا سے پوچھوں کہ آپ یہ کیا گارہے ہیں۔ میں ابھی اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ اس نے اپنا کام ختم کرلیا۔ دوپہر کا وقت تھا۔ بابا نے پانی مانگا۔ میں اندر سے میٹھا پانی بنوا کے لے آیا۔ انہوں نے خوش ہو کر پیا اور دعا دی۔ آخر میں نے پوچھا کہ باباجی یہ آپ کیا گیت گا رہے تھے۔ وہ کہنے لگے کہ بیٹا میں امام مہدی کا گیت گا رہا تھا۔ میں نے کہا یہ تو احمدی فرقے کا گانا ہے۔ تب انہوں نے اپنی نور سے بھرپور آنکھوں سے مجھے دیکھا اور کہا بیٹا اسی لئے تو گاتا ہوں کیونکہ گورداسپور کے ایک گاؤں میں امام مہدی کا ظہور ہوگیا ہے تو میں ان کی منادی کرتا رہتا ہوں۔ کوئی مانے نہ مانے۔ تو آپ بھی احمدی ہیں میں نے بے تابی سے پوچھا؟ ہاں بیٹے الحمدللہ میں بھی احمدی ہوں اور میرے اہل وعیال بھی احمدی ہیں اور میں باباجی کی اس تبلیغی مہم کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ میں نے جب انہیں بتایا کہ میرا خاندان بھی احمدی ہے تو خوشی کے مارے ان کی باچھیں کھل گئیں۔ میں نے جب ان سے سوال کیا کہ احمدیت کی سخت مخالفت کی وجہ سے تو جان کا خطرہ رہتا ہے۔ ایسے میں آپ دیہات میں کیسے کام کرتے ہیں۔ تو وہ بولے کہ بیٹا ویسے تو دیہات میں اکثر مرد لوگ کھیتوں اور ڈیروں میں چلے جاتے ہیں اور چکیاں رہانا عورتوں کا کام ہوتا ہے اس لئے میرا واسطہ عورتوں ہی سے پڑتا ہے جو میرے گیت سنتی ہیں اور مجھے کام بھی دیتی ہیں اور اگر کبھی کسی سخت طبیعت کی عورت سے واسطہ پڑجائے تو وہ گالیاں دے کر مجھے بھگا دیتی ہے اور میں اسے دعائیں دیتا ہوا آگے چل دیتا ہوں۔ میں نے سوال کیا کہ باباجی جب سے آپ نے یہ کام شروع کیا کسی کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا میرا کام ان کے کانوں میں امام مہدی کا پیغام پہنچانا ہے۔ اس پر غور کرنا اور قبول کرنے کی توفیق پانا ان کا مقدر ہے۔ بولے بہت سی نیک روحوں نے میری اس نغمہ خوانی کے بعد پڑھے لکھے احمدیوں سے روابط پیدا کئے اور احمدیت قبول کی۔ فالحمدللہ علیٰ ذالک۔ یہ باباجی جن کا نام منگو شاہ تھا تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ایک دیہات "چند کے" کے رہنے والے تھے۔ جہاں آج بھی ان کی اولاد احمدی ہے اور اسی گاؤں میں آباد ہے۔

بابا نمازی

فیصل آباد سے کچھ دور نہر لوئر چناب 8 کے کنارے

پر موضع دھنی دیو نام کا ایک گاؤں واقع ہے۔ جہاں پر خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا پیغام ایک عرصہ سے پہنچ گیا تھا اور اب تو یہ جماعت خدا کے فضل سے کافی فعال ہے۔ کوئی نصف صدی پہلے کی بات ہے کہ ایک ضعیف العمر آدمی ہر جمعہ کو بیت الحمد گوجرہ میں آیا کرتا تھا۔ ایک بار خاکسار نے پوچھا کہ یہ بابا جی کہاں رہتے ہیں۔ جمعہ کے دن تو نماز جمعہ ادا کرتے نظر آتے ہیں مگر دوسرے دنوں میں کسی وقت کی نماز میں نہیں ہوتے۔ اس پر مجھے جماعت کے ایک مقتدر شخص نے بتایا کہ یہ موضع دھنی دیو کے ایک احمدی بزرگ ہیں۔ اور فدائی احمدی ہیں۔ جہاں بھی سیدنا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے عاشق صادق اور غلام حضرت مسیح موعود..... کا ذکر کریں تو ان کی آنکھیں فرطِ محبت سے نمناک ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ جتنے قدم چل کر جمعہ المبارک کی نماز ادا کی جائے اتنا ہی ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ یہ بزرگ جمعہ کے روز نماز فجر کی ادائیگی کے بعد دھنی دیو سے چل پڑتے ہیں اور کوئی چالیس میل کا سفر پیدل طے کر کے گوجرہ پہنچتے ہیں اور نماز جمعہ میں شامل ہوتے ہیں اور نماز کے بعد شائد ذرا آرام کر کے پھر چل پڑتے ہیں اور شام تک واپس اپنے گاؤں پہنچ جاتے ہیں۔ شاید اس لئے اس بزرگ کو لوگ بابا نمازی کہتے ہیں۔ اللہ اللہ عشق دین ہو تو ایسا ہو جہاں پر کوئی بات خدا تعالیٰ کے فرستادہ بزرگوں کی سنتے آمین کہتے اور جب تک اس پر عمل نہ کر لیتے کوئی چیز ان کے عمل کے آگے رکاوٹ نہ بن سکتی۔ بڑھاپا، فاصلہ یا وقت۔

بابا نمازی اتنے ضعیف العمر تھے کہ ان کو دیکھ کر یہ یقین کرنا بڑا مشکل تھا کہ یہ انسان ہر جمعہ کو اتنا طویل سفر طے کرتا ہے اور پھر بھی ہشاش بشاش رہتا ہے اور شام کو پھر واپس لوٹ جاتا ہے۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ جمعہ کے جمعہ میں سیدنا حضرت فضل عمر کا خطبہ مبارک سن کر اس کی روح تازہ ہو جاتی تھی۔ وہ اسی روح پرور خطاب کو سننے کے لئے صبح کی پو پھٹتے ہی شہر کی طرف چل پڑتا تھا اور روحانی ثمرات سے تازہ دم ہونے کے بعد دن ڈھلتے ہی اپنے گاؤں واپس پہنچ جاتا تھا۔ اللہ اللہ ایسے ہی دیوانے اور عاشق دین لوگ احمدیت کی شمع کی روشنی لئے اپنی آئندہ نسلوں کے لئے خضر راہ ثابت ہوتے ہیں۔

بابا جتھیدار

او لڑکے! ذرا ٹھہرنا! جی بابا جی حکم۔ لڑکا بولا۔ کیا تم کچھ پڑھ لکھ سکتے ہو؟ جی ہاں لڑکے نے جواب دیا۔ تو پھر یہ اخبار مجھے پڑھ کر سناؤ۔ لڑکے نے اخبار لی اور تھوڑی بہت پڑھ کر سنادی اور چل دیا۔ بابا کی تسلی نہیں ہوئی۔ وہ پھر چل پڑے اور گاؤں کے سکول کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ کوئی استاد مل جاتا تو اس کی منت سماجت کر کے پورا اخبار سننے کی کوشش کرتے۔ بابا جی کا یہ روز کا معمول تھا۔ بابا جی چک نمبر 361 ج ب نزد گوجرہ کے ایک احمدی بزرگ تھے۔ انہیں وہاں کے لوگ جتھیدار صاحب کے عرفی نام سے یاد کیا کرتے تھے۔ بابا جتھیدار صاحب احمدی تھے اور خود تو ان پڑھ تھے لیکن ان کا اخلاص قابل داد

تھا۔ اور وہ اپنے نام سلسلہ عالیہ احمدیہ کا اخبار "الفضل" منگوایا کرتے تھے۔ بلکہ اس کے علاوہ بعض دینی رسائل بھی منگوایا کرتے تھے۔ سلسلہ سے بے انتہا عشق تھا۔ اس لئے وہ احمدیت کے متعلق اخبار یا رسالہ منگواتے اور اسے سننے کے لئے گاؤں کی گلی گلی گھوما کرتے تاکہ کوئی پڑھا لکھا لڑکا یا آدمی مل جائے اور وہ اس سے سن کر اپنی دینی پیاس بجھا سکیں۔ خود صاحب جائیداد اور معزز تھے۔ لوگ ان کا احترام کرتے تھے۔ ان کی یہ دیوانہ وار وارفتگی خدا تعالیٰ کے حضور اتنی پسند آگئی کہ گاؤں کے اکثر پڑھے لکھے لوگ احمدیت کے عقائد سے باخبر ہونے لگے۔ اور ان کی اس محنت کا بیج پھلنے پھولنے لگا۔ خدا کا کرنا کیا ہوا کہ انہی دنوں مقامی سکول کے ایک مدرس صاحب بھی باباجی موصوف کے زیر تبشیر آگئے۔ باباجی بلا ناغہ کوئی نہ کوئی اخبار یا رسالہ لے کر سکول کی چھٹی کے بعد ان مدرس صاحب کے پاس پہنچ جاتے اور سنانے کے لئے عرض کرتے۔ پہلے کچھ عرصہ ماسٹر صاحب نے ناک بھوں چڑھائی۔ وقت کا رونا رویا مگر باباجی کی مایوسی پر انہیں رحم آجاتا اور پھر سنانے بیٹھ جاتے اور یہ سلسلہ دنوں کو پھلانگتا ہوا مہینوں تک پہنچ گیا اور آخر یہ وقت بھی آگیا کہ جب تک بابا جتھیدار صاحب ان ماسٹر صاحب کے پاس سلسلہ کے متعلق کوئی اخبار یا رسالہ نہ لاتے وہ بے چین رہتے اور ان کی راہ تکتے رہتے۔ یہ دل چسپی احادیث اور قرآن پاک کی تلاوت تک آپہنچی۔ الحمدللہ کہ بابا جتھیدار صاحب کا یہ مشن کامیاب ہوگیا اور ماسٹر صاحب بیعت کر کے حلقہ بگوش احمدیت ہوئے الحمدللہ۔ یہ صاحب مکرم و محترم سید عنایت حسین شاہ صاحب تھے جن کا مطالعہ بفضل خدا اس قدر وسیع ہوچکا تھا کہ بڑے بڑے عالم اور مولوی ان کے سامنے دم نہ بھرتے تھے۔ وہ مقرر تو نہ تھے مگر دلائل کا اس قدر وسیع ذخیرہ ان کے پاس تھا کہ مخالف کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو جاتا تھا۔ آج بھی جتھیدار صاحب مرحوم کا نام احباب جماعت میں نہایت عزت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔

شعبہ مال عشرہ وصولی

پہلا عشرہ وصولی یکم تا دس دسمبر منایا جا رہا ہے۔ مجالس مندرجہ ذیل ٹارگٹ ملحوظ رکھیں۔

1۔ درست بجٹ کی تشخیص اور 15 دسمبر تک مرکز ترسیل
2۔ 93-1992ء کے بقایا جات کی وصولی
3۔ سال رواں کی وصولی کا آغاز کریں۔
4۔ تمام مجالس اپنے روزنامچہ اور کھاتہ جات مکمل کریں۔
5۔ تمام مجالس چندہ جات کی وصولی کے لئے رسید بک کے استعمال کو یقینی بنائیں۔ کوئی چندہ بغیر رسید کے نہ دیا جائے اور نہ لیا جائے۔
6۔ اگر مجالس کے پاس رسید بک نہیں ہے تو اپنے قائد صاحب ضلع سے رابطہ کریں۔

(مہتمم مال خدام الاحمدیہ پاکستان)

وہ کافر سہی خوبصورت تو ہے

(مکرم جناب چوہدری محمد علی صاحب کا منظوم کلام)

دل و جاں پہ اس کی حکومت تو ہے
حکومت یہ اب تا قیامت تو ہے

اسے دیکھنے سر کے بل جاؤں گا
اسے دیکھ لینے کی حسرت تو ہے

تمہیں بھی خوشی ہوگی مل کر اسے
وہ کافر سہی خوبصورت تو ہے

میں اس کے غلاموں کا ادنیٰ غلام
میں جیسا بھی ہوں اس سے نسبت تو ہے

اگر کچھ نہیں پاس نقد عمل
میرے دل میں اس کی محبت تو ہے

میں ممنون ہوں اپنی تکفیر پر
کہ یک گونہ یہ ایک عزت تو ہے

میں کیسے کروں ہجر کا تذکرہ
کہ یہ میری اپنی ہی غفلت تو ہے

دعا کیجئے گا شفا کے لئے
مریض آپ کا روبصحت تو ہے

تو پہچان لے گا اسے دیکھ کر
کہ تجھ میں بھی اتنی بصیرت تو ہے

ابھی آئے گا مسکراتا ہوا
اسے مسکرانے کی عادت تو ہے

عجب کیا کہ اپنا بنالے مجھے
اگرچہ یہ کہنا جسارت تو ہے

محمدؐ کی، احمد کی محمود کی
سپرد آج اس کی نیابت تو ہے

وہی تو ہے زندوں میں جو نیک ہے
کہ نیکی اسی سے عبارت تو ہے

وہی ایک ہے آج کوہ وقار
وہی صاحب عزم و ہمت تو ہے

حسین و جمیل و حلیم و کریم
سراسر وہ شفقت ہی شفقت تو ہے

وہ صادق بھی ہے اور صدیق بھی
وہ معیار حق و صداقت تو ہے

وہی آج ہے معرفت کا امیں
وہی حامل علم و حکمت تو ہے

وہ فاتح بھی ہے اور منصور بھی
کہ مولیٰ کی ساتھ اس کے نصرت تو ہے

وجود اس کا اللہ کی دین ہے
بچا لے گیا ہم کو طوفان سے
اسی کی وہ ہم پر عنایت تو ہے
اسی کا یہ فہم و فراست تو ہے

وہ ہے مظہر قدرت ثانیہ
وہ اللہ کی ایک آیت تو ہے

وہ سچا ہے سچوں کا سردار بھی
کہ ساتھ اس کے سچی جماعت تو ہے

جو کہتا ہے اس کو وہ کرتا بھی ہے
کہ سچوں کی یہ اک علامت تو ہے

وہی تو ہے مہدی کا فرزند خاص
وہی ہوبہو شکل و صورت تو ہے

صداقت کی دستار ہے زیب سر
امامت کی کاندھوں پہ خلعت تو ہے

وہ وعدہ بھی ہے اور انعام بھی
وہ اللہ کی خاص نعمت تو ہے

اٹھایا ہوا ہے جو بہر خدا
یہی بار بارِ امانت تو ہے

اسے غم اگر ہے تو اسلام کا
اسے ہے اگر تو یہ حسرت تو ہے

فتوحات اس کی گنوں کس طرح
کہ ہر کام میں اس کے برکت تو ہے

پہاڑوں سے بھی ہنس کے ٹکرا گیا
اگر سوچیئے یہ کرامت تو ہے

وہی ڈھال ہے میرے تیرے لئے
جماعت اسی سے جماعت تو ہے

وہ تعویذ ہے آج سب کے لئے
وہ سب کے لئے ابرِ رحمت تو ہے

ہے باطل میں جس سے سراسیمگی
اسی کا یہ زورِ خطابت تو ہے

زباں پر کھلے ہیں محبت کے پھول
بیاں میں عجیب ایک لذت تو ہے

معابد کی تعمیر قرآں کا ذکر
یہ سب اس کے زیر ہدایت تو ہے

مدرّس، مربی، مزکّی وہی
وہ سرچشمہ رشد و حکمت تو ہے

اگر مل سکے تو اسے آ کے مل
کہ تسکینِ جاں کی یہ صورت تو ہے

سدا جاری ساری رہے سلسلہ
کہ یہ سلسلہ تا قیامت تو ہے

وہی آج کوثر وہی سلسبیل
وہی وارثِ باغِ جنت تو ہے

وہی آج ہے مہبط جبرئیل
اسی پر اترتا ہے ربّ جلیل

أصدق کلمة قالها شاعر کلمة لبید

حضرت لبید بن ربیعہ العامری رضی اللہ عنہ

"بڑا ہی خوش نصیب ہے لبید کہ سب سے زیادہ عارف باللہ نے اس کو داد دی ہے۔"

(مضمون نگار:۔ مکرم سلیم الدین صاحب)

لبید بن ربیعہ بن عامر بن مالک بن جعفر بن کلاب بن ربیعہ بن عامر بن صعصہ العامری

اس کے والد کو ربیع المقتدین کہتے تھے کیونکہ وہ بہت سخی آدمی تھے۔ لبید کی کنیت ابو عقیل تھی۔ جاہلیت کے شعراء میں سے تھا اور ان شعراء میں ماہر ترین شاعر سمجھا جاتا تھا۔

بنی کلاب کے وفد کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔ ان کے ساتھ سارے وفد نے اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد لبیدؓ کوفہ چلے گئے اور اپنی وفات تک کوفہ میں ہی ٹھہرے رہے۔ آپ کو بنی جعفر بن کلاب کے صحراء میں دفن کیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی وفات حضرت معاویہؓ کی خلافت کے ابتدائی زمانہ میں ہوئی اور کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر 157 سال تھی۔

کہا جاتا ہے کہ آپ نے اسلام لانے کے بعد شعر کہنا چھوڑ دیا تھا۔ ایک دفعہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے آپ سے فرمایا کہ اپنے شعروں میں سے کچھ سناؤ تو لبیدؓ نے سورۃ بقرہ پڑھی اور کہا کہ جب سے خدا تعالیٰ نے مجھے سورۃ بقرہ اور آل عمران سکھا دی ہے تو میں کیسے شعر کہوں۔

اس پر حضرت عمرؓ نے آپ کے وظیفے میں 500 درہم کا اضافہ کر دیا۔

لبیدؓ نے جاہلیت میں قسم کھائی تھی کہ جب بھی ہوا چلے گی تو وہ لوگوں کو کھانا کھلائیں گے یہاں تک کہ ہوا بند ہو جائے۔ انہوں نے اسلام میں بھی اپنی اس قسم کا حق ادا کیا۔ ایک دن ہوا چل رہی تھی تو ولید بن عتبہ نے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا کہ تمہارے بھائی لبیدؓ نے یہ قسم کھائی تھی جب تک ہوا چلتی رہے گی وہ لوگوں کو کھانا کھلاتا رہے گا اور آج کا دن انہی دنوں میں سے ایک ہے۔ پس تم اسکی مدد کرو اور میں سب سے پہلے اسکی مدد کرنے والا ہوں۔ پھر منبر سے اترا اور 100 گائیں لبیدؓ کے پاس بھیج دیں۔

لبیدؓ اپنے ہمعصر شعراء میں ایک ممتاز اور منفرد مقام کے مالک تھے اور عرب کے چوٹی کے شعراء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ ان کے کلام کو بڑی قدر و منزلت سے دیکھا جاتا تھا۔

لبیدؓ کی ایک منفرد خصوصیت جو انہیں دوسرے شعراء سے نکھارتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ اپنے اشعار میں عورت کی محبت کے بیان پر زیادہ توجہ نہیں دیتے اور اس

کی جگہ وہ "نسیب" میں وعظ و نصیحت سے کام لیتے ہیں اور انسانی زندگی کی ناپائیداری پر شاعرانہ نصیحت گری کی ایک نئی فنی شکل تخلیق کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ نخلستان اور اطلال (شکستہ آثار) کے بیان کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں مذہب کا بھی تاثر ملتا ہے اور یہ باتیں ان کو دوسرے ہمعصر شعراء سے ممتاز کرتی ہیں۔

ایک دفعہ لبیدؓ مکہ میں آیا اور لوگوں نے اس کے اعزاز میں ایک مجلس مشاعرہ قائم کی۔ حضرت عثمان بن مظعونؓ بھی اس محفل میں تھے۔ اکثر شعراء نے اپنا اپنا کلام پڑھا۔ جب لبیدؓ کی باری آئی تو اس نے یہ قصیدہ پڑھا۔ اور ابھی اس کا یہ شعر پڑھا:۔

الاکل شیئٍ ما خلاالله باطل

یعنی سنو کہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کے سوا باطل ہونے والی ہے۔ ابھی انہوں نے یہ مصرعہ پڑھا ہی تھا کہ حضرت عثمان بن مظعونؓ بول اٹھے کہ خوب کہا۔ ٹھیک کہا۔ اس پر لبیدؓ کو غصہ آیا کہ کیا میں اتنا ہی حقیر ہوں کہ اس چھوٹے سے بچے کی تصدیق کا محتاج ہوں اور اس نے اہل مجلس کو غیرت دلائی کہ یہ کیا بدتہذیبی ہے جو تم لوگوں نے اختیار کر رکھی ہے کہ ایک بچہ مجھے داد دیتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عثمان بن مظعونؓ کو ڈانٹا اور کہا کہ خبردار آئندہ ایسا نہ کرنا۔ لیکن جب لبیدؓ نے اس شعر کا دوسرا مصرعہ پڑھا جو کہ یہ ہے کہ:۔

وکل نَعِیمٍ لا مُحَالَۃَ زَائِلٗ

کہ ہر نعمت ضرور زائل ہونے والی ہے تو اس پر حضرت عثمان بن مظعون نے کہا کہ یہ تم نے غلط بات کی ہے۔ جنت کی نعمتیں کبھی زائل نہیں ہوں گی۔ اس پر لبید شدید غصے میں آگیا اور اس نے لوگوں کو غیرت دلائی۔ جس پر ایک شخص اٹھا اور اس نے آپ کی ایک آنکھ پر مکہ مارا جس سے ان کی آنکھ ضائع ہو گئی۔

لبیدؓ کا یہی وہ مشہور مصرعہ "اَلَا کُلُّ شَیْئٍ مَاخَلَااللّٰہ بَاطِلٗ" ہے جس کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:۔

"اصدق کلمۃ قالہا شاعر کلمۃ لبید"

یعنی کبھی کسی شاعر نے لبید کے اس شعر سے زیادہ سچی بات نہیں کہی۔

لبیدؓ ان خوش بخت شعراء میں شامل ہو گئے جن کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آپ کی اسی خوش بختی اور سعادت مندی کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا:۔

"آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت کم شعراء کو پسند فرمایا ہے۔ انکے شعر پر کوئی داد دی ہے۔ کئی ایسے خوش نصیب شعراء ضرور ہیں جنکے قصائد پر آنحضورؐ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ ایک ایسا قصیدہ "قصیدہ بردہ" کے نام سے مشہور ہے کیونکہ آنحضورؐ نے اس شاعر کو انعام کے طور پر اپنی چادر عطا فرمادی تھی۔ لیکن ایک ایسا شعر ہے جس کے متعلق آنحضورؐ نے فرمایا کہ کبھی کسی

شاعر نے اس سے زیادہ سچی بات نہیں کی کہ بے اختیار دل سے داد اٹھتی ہے اور وہ لبید کا شعر ہے۔ لبید کہتا ہے:۔

الا کلّ شیئٍ ما خلا اللہ باطل

خبردار غور سے سن لو۔ اللہ کے سوا ہر دوسری چیز باطل ہے۔ ایک ہی حق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق الٰہی کے نتیجے میں یہ شعر ایسا دل پر لگا ہے کہ بے اختیار یہ دل سے داد اٹھی ہے کہ واہ واہ کیا کلام ہے کہ کبھی کسی شاعر نے اس سے زیادہ سچی بات نہیں کی۔ اور یہ اللہ کے سوا ہر چیز کا باطل ہو جانا یہی خدا کی طرف مائل کرتی ہے یہ بات۔ ایک ہی وجود رہ جائے گا۔ باقی کچھ نہیں رہے گا۔ ایک مستقبل میں بھی اس کے معنی ہیں۔ سب تعلق بے کار چلے جائیں گے۔ کوئی ساتھ نہیں دے گا۔ صرف ایک اللہ کا تعلق ہے جس کے ساتھ باقی سفر ہیں۔ ہمیشگی کے سفر ہیں۔ سو اس کی طرف دوڑ جس سواری پر چڑھ کر آپ نجات کا سفر اختیار کر سکتے ہیں جبکہ خطرہ ہو کہ سیلاب آنے والا ہے۔ جبکہ خطرہ ہو کہ جنگلی درندے وہاں راہ پانے والے ہیں اس علاقے میں۔ جب کہ خطرہ ہو کہ ڈاکو آئیں گے یا فوج کشی ہوگی۔ ان سب حالات میں وہ سواری جو امن کے مقام کی طرف لے جاتی ہے وہی ایک سواری ہے جس کا ذکر اس شعر میں ملتا ہے:۔

الا کل شیئٍ ما خلا اللہ باطل

خبردار خدا کے سوا ہر دوسری چیز باطل ہے۔ تو یہ چونکہ ایک گہرا عارفانہ مضمون تھا اس لئے حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی داد دی جیسی کبھی کسی شاعر کو داد نہیں ملی۔ اور بڑا ہی خوش نصیب ہے لبید کہ سب سے زیادہ عارف باللہ نے اس کو داد دی ہے اور ایک ایسی بات ہوئی ہے جس کی کوئی مثال دنیا میں آپ کو دکھائی نہیں دے گی۔ ہو سکتا ہے دوسرے انبیاء نے بھی بعض شعراء کو داد دی ہو مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر صاحب عرفان اور صاحب ذوق انسان متصور ہی نہیں ہو سکتا۔ یہ دونوں باتیں قطعی ہیں۔ اللہ کا جیسا عرفان آنحضرتؐ کو نصیب ہوا یہ آپ کے فرار الی اللہ سے ثابت اور بالکل ظاہر و باہر ہے اور جس کے ذوق نے خدا کو چن لیا ہو محبت کے لئے اس سے بہتر ذوق ہو ہی نہیں سکتا۔ تو سب سے زیادہ عارف باللہ اور سب سے زیادہ صاحب ذوق انسان جس پر وہ کلام نازل ہوا۔ جس سے زیادہ فصیح و بلیغ کلام اور کوئی نہ تھا۔ جس کو خود کلام پر وہ قدرت نصیب ہوئی کہ تمام اہل علم پکار اٹھے کہ رسول اکرمؐ افصح العرب بعد کلام اللہ ہیں۔ بعد کتاب اللہ ہیں کہ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ فصیح و بلیغ انسان حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس پر آپ نے داد دی ہے لبید کو ایک شعر پر۔ میں نے تو جب یہ پڑھا تو میں سر دھننے لگا اس بات پر۔ کیا شان ہے لبید کی۔ بخٍ بخٍ لبید کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے داد پائی ہے۔ یہ شعر ہے ہی ایسا۔ کیسا پیارا کلام ہے "الا کل شیئٍ ما خلا اللہ باطل"۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 24 ستمبر 1993ء)

لبید کا ایک قصیدہ عربی کے مشہور اور بہترین سات

قصائد (السبع المعلقات) میں سے ایک ہے۔ جس کا پہلا شعر یہ ہے:-

عفت الدیار محلھا و مقامھا
بمنی تابّد غولھا فرجامھا

لبیدؓ کی ایک اور خوش نصیبی یہ بھی ہے کہ حضرت مسیح موعود... کو اللہ تعالیٰ نے اس کے قصیدے کا پہلا مصرعہ الہام کیا (عفت الدیار محلھا ومقامھا)۔ حضرت مسیح موعود... کا یہ الہام تذکرہ صفحہ 515 اور 655 پر موجود ہے۔ لبیدؓ کے اسی مصرعہ کے الہام ہونے اور اس پر ذکر کرتے ہوئے اعتراض کئے جانے پر جواب دیتے ہوئے اور لبیدؓ کی سعادت مندی پر حضرت مسیح موعود... فرماتے ہیں:-

"اب یاد رہے کہ وحی الٰہی یعنی عفت الدیار محلھا و مقامھا یہ وہ کلام ہے جو آج سے تیرہ سو برس پہلے خدا تعالیٰ نے لبید بن ربیعہ العامری کے دل میں ڈالا تھا۔ جو اس کے اس قصیدہ کا اول مصرعہ ہے۔ جو سبعہ معلقہ کا چوتھا قصیدہ ہے اور لبید نے زمانہ اسلام کا پایا تھا اور مشرف باسلام ہو گیا تھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں داخل تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے اس کے کلام کو یہ عزت دی کہ جو آخری زمانہ کی نسبت ایک عظیم الشان پیشگوئی تھی کہ ایسی ایسی تباہیاں ہوں گی جن سے ایک ملک تباہ ہوگا۔ وہ اسی کے مصرع کے الفاظ میں بطور وحی فرمائی گئی جو اس کے منہ سے نکلی تھی۔ پس یہ تعجب سخت نادانی ہے کہ ایک کلام جو مسلمان کے منہ سے نکلا ہے وہ کیوں وحیٔ الٰہی میں داخل ہوا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں وہ کلام جو عبداللہ بن ابی سرح کے منہ سے نکلا تھا یعنی فتبارک اللہ احسن الخالقین وہی قرآن شریف میں نازل ہوا۔ جس کی وجہ سے عبداللہ بن ابی سرح مرتد ہو کر مکّہ کی طرف بھاگ گیا۔ پس جبکہ خدا تعالیٰ کے کلام کا ایک مرتد کے کلام سے توارد ہوا تو اس سے کیوں تعجب کرنا چاہیئے کہ لبیدؓ جیسے صحابی بزرگوار کے کلام سے اس کے کلام کا توارد ہو جائے۔ خدا تعالیٰ جیسے ہر ایک چیز کا وارث ہے ہر ایک پاک کلام کا بھی وارث ہے اور ہر ایک پاک کلام اسی کی توفیق سے منہ سے نکلتا ہے۔ پس اگر ایسا کلام بطور وحی نازل ہو جائے تو اس کے بارے میں وہی شخص شک کرے گا جس کو اسلام میں شک ہو....."۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 162)

پس کیا ہی خوش بختی اس شاعر کی ہے کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے داد سخن پائی اور جس کے ایک مصرعہ کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی کے لئے منتخب کرلیا۔ اور یہ مقام اور سعادت ایسا ہے کہ جو لبید کے نصیبے میں ہی آیا ہے اور کسی کے حصہ میں نہ آسکا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

امامِ اعظم ——— بحرِ اعظم

امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ رح

(مقالہ:۔ مکرم انتصار احمد نذر صاحب)

حضرت امام ابوحنیفہ فقہ کے ائمہ اربعہ میں سے سب سے نمایاں اور ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ آپ نہ صرف فقہ حنفی کے بانی تھے بلکہ علم فقہ کو سب سے پہلے آپ نے ہی مدوّن شکل دی اور آپ کے دو شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد نے اسے ترویج دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل آپ کے بالواسطہ شاگرد تھے۔

حضرت امام ابوحنیفہ کو "امام اعظم" بننے کا شرف آپ کی غیر معمولی فہم و فراست اور قوت اجتہاد و استنباط کی بدولت حاصل ہوا۔ آپ نے اس قدر ترقی کی کہ باقی لوگ آپ کے محتاج ہو گئے۔ بقول امام شافعی:۔

"الناس عیال علی ابی حنیفہ"

یعنی لوگ اب (علم فقہ میں) امام ابوحنیفہ کے محتاج ہو گئے ہیں۔

حضرت امام صاحب کو ایک غیر معمولی شرف یہ بھی حاصل ہے کہ اس زمانہ کے حکم و عدل حضرت مسیح موعود... نے بھی آپ کو باقی ائمہ ثلاثہ پر فوقیت دی ہے اور اپنی جماعت کو یہ تاکیدی نصیحت کی ہے کہ اگر کبھی کوئی مسئلہ قرآن، سنت اور حدیث میں نہ ملے تو فقہ حنفی پر عمل کر لیں۔ حضرت مسیح موعود.... آپ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلیٰ درجے تک پہنچ چکے تھے۔ اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے"۔(1)

امام ابوحنیفہ کو آنے والے مسیح اور مہدی کے ساتھ ایک خاص روحانی مناسبت تھی اور جس کی پیشگوئی حضرت مجدد الف ثانی نے فرمائی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:۔

"وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی

شاخیں ہیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔ خدا تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی پر رحمت کرے۔ انہوں نے مکتوب صفحہ 307 میں فرمایا ہے کہ امام اعظم صاحب کی آنے والے مسیح کے ساتھ استخراج مسائل قرآن میں ایک روحانی مناسبت ہے"۔(2)

زیر نظر مضمون میں حضرت امام ابوحنیفہ کی سیرت کے نمایاں پہلوؤں کو اجاگر کرنا مقصود ہے تاہم اس سے پہلے آپ کے مختصر حالات زندگی کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔

مختصر حالات زندگی

فقیہہ عراق 80ھ میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کی زندگی کا ابتدائی زمانہ مسلمانوں کے لئے سیاسی طور پر ایک پرآشوب زمانہ تھا۔ خلیفہ عبدالملک کی طرف سے حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ اس کی سفاکیاں اور مظالم مسلمانوں کے لئے قیامت سے کم نہ تھے۔ انہی حالات کی وجہ سے بچپن میں امام صاحب کو تحصیل علم کی طرف رغبت نہ ہوئی لیکن جب آپ جوان ہوئے تو آپ کی زندگی کو تحصیل علم کی طرف راغب کرنے میں ایک واقعہ نے اہم کردار ادا کیا۔ ایک مرتبہ آپ بازار جارہے تھے تو امام شعبی جو کوفہ کے امام تھے ان کا گھر راستے میں واقع تھا۔ ان سے ملاقات ہوئی تو شعبی نے پوچھا کہاں جارہے ہو۔ آپ نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبی نے کہا کہ میرا مطلب یہ ہے کہ تم پڑھتے کس سے ہو؟ آپ نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہیں۔ شعبی نے کہا کہ مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔(3)

یہ نصیحت آپ کے دل میں اس طرح گھر کر گئی کہ آپ فوراً علم کے حصول کے لئے سرگرم ہوگئے اور آپ علم فقہ حاصل کرنے لگے اور اس سلسلے میں آپ نے کوفہ کے مشہور استاد حماد کی شاگردی اختیار کی۔ حماد نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت انسؓ سے احادیث سنی ہوئی تھیں۔ نیز کبار تابعین کی صحبت بھی پائی تھی۔ اس وقت کوفہ میں آپ کا مدرسہ ہی مرجع عام تھا۔ امام صاحب کی علم فقہ میں دلچسپی، محنت اور شوق نے آپ کو دوسرے طلباء سے نمایاں کر دیا اور حماد کی وفات کے بعد حلقہ درس کی امامت آپ کے ہاتھ میں آئی۔ اس درسگاہ کو آہستہ آہستہ قبول عام حاصل ہونا شروع ہوا اور دور دور کے لوگ مسائل سیکھنے کے لئے آپ کے پاس آنے لگے۔ سپین کے علاوہ اسلامی دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہ تھا جو آپ کے شاگردوں سے آزاد رہا ہو۔ آپ کی استادی کا سلسلہ خلیفہ وقت کی حدود مملکت کے برابر تھا۔

حق گوئی، بے باکی اور ثابت قدمی کی وجہ سے آپ کی زندگی کا آخری حصہ ایک دلگداز داستان سے عبارت ہے۔ جس کا اہم کردار خلیفہ منصور تھا۔ اس نے آپ کو عہدہ قضا پیش کیا مگر آپ نے اسے قبول کرنے سے انکار

کر دیا۔ بادشاہ نے اس حکم عدولی کو گستاخی سے تعبیر کرتے ہوئے روزانہ دس دس کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ لیکن جب پھر بھی آپ نے بادشاہ کی بات نہ مانی تو اس نے آپ کو آپ کے گھر میں ہی نظر بند کر دیا لیکن اس سارے عرصہ میں امام صاحب کا اثر کم ہونے کی بجائے زیادہ ہوتا گیا۔ امام محمد نے جو آپ کے دو قریبی شاگردوں میں سے ایک تھے نے اسی دور میں تعلیم پائی اور آپ کے شاگرد بنے۔ ایک روز ظالم منصور نے امام اعظم کو زہر دلوا دیا اور یوں علم وحکمت کا یہ پہاڑ دنیا کی نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

منصور نے تو امام اعظم کو زہر دلوا کر شہید کر ڈالا لیکن تاریخ نے امام صاحب کے حق میں یہ فیصلہ دیا کہ آپ کا مدوّن فقہ عالم اسلام کے طول و عرض میں پھیل گیا اور آج دنیا کے مسلمانوں کی اکثریت فقہ حنفی پر عمل پیرا ہے۔ حضرت امام صاحب کی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی عملی تصویر تھی۔ آپ بے حد عبادت گزار، متقی، دینی غیرت رکھنے والے اور سخی انسان تھے۔ جن سے دنیا کو ہمیشہ بھلا ہی پہنچتا تھا۔ آپ کی زندگی کے سارے پہلوؤں کو احاطہ تحریر میں لانا ممکن نہیں تاہم جستہ جستہ واقعات پیش خدمت ہیں۔

عبادت گزاری

کوفہ اگرچہ علم وحکمت کا مرکز تھا اور بہت سے علماء یہاں رہتے تھے۔ ذکرِ خدا سے محفلیں سجتی تھیں۔ تاہم امام اعظم ان سب سے نمایاں تھے اور آپ کی لمبی لمبی نمازوں اور رکوع وسجود کے چرچے دور دور تک پھیلے ہوئے تھے۔ حسن بن محمد کا کہنا ہے کہ میں ایک مرتبہ کوفہ آیا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں کے رہنے والوں میں سے سب سے زیادہ عبادت گزار کون ہے۔ اس پر مجھے امام ابو حنیفہ کے گھر بھیج دیا گیا۔(4)

ابراہیم بصری کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں امام ابوحنیفہ کے ساتھ نماز فجر میں شریک تھا۔ امام نے جب یہ آیت پڑھی:-

ولاتحسبنّ اللہ غافلاً عمّا یعمل الظلمون

یعنی خدا کو ظالموں کے کردار سے بے خبر نہ سمجھنا۔ اس پر امام ابوحنیفہ پر ایسی حالت طاری ہوئی کہ سارا بدن کانپنے لگا۔(5)

اللہ کے حضور قیمتی لباس میں حاضری

اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو رزق وافر عطا کر رکھا تھا۔ اس لئے آپ قیمتی لباس زیب تن کرتے تھے۔ مگر خدا کے حضور حاضری کے وقت تو اس کا خاص اہتمام ہوتا تھا۔ عام طور پر لوگ دن کے وقت پہنے ہوئے کپڑے رات کو اتار دیتے ہیں اور گھر میں کوئی معمولی لباس پہن لیتے ہیں لیکن امام ابوحنیفہ کا معمول اس سے مختلف تھا۔ آپ کے پاس قمیض، شلوار، چادر اور پگڑی پر مشتمل ایک قیمتی لباس تھا۔ جس کی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم سے زیادہ تھی۔ نماز عشاء پڑھنے کے بعد جب لوگ سو جاتے ہیں تو آپ اپنا معمول کا

لباس اتار کر یہ قیمتی لباس زیب تن کر لیتے اور اسے عطر اور دوسری خوشبوئیں لگا کر نماز میں کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ اسی حالت میں آپ کو صبح ہو جاتی۔ لوگوں نے آپ سے کہا کہ لوگ تو اس قسم کا قیمتی لباس اس وقت پہنتے ہیں جب انہوں نے بادشاہ کے حضور حاضری دینی ہو یا کسی عظیم مجمع میں جانا ہو۔ آپ نے فرمایا کہ:-

"التزیّن للّٰہ عزّوجلّ اولیٰ من التزیّن للنّاس" کہ اللہ کے لئے خوبصورتی اختیار کرنا لوگوں کے لئے حسین وجمیل بننے سے بہتر ہے۔ (6)

تلاوت قرآن اور خشیت الٰہی

عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت انسان کے دل کو گداز کر کے آستانہ الوہیت پر جھکا دیتی ہے۔ امام صاحب کی تلاوت قرآن کے بارے میں بھی کثرت سے روایات ملتی ہیں۔ ان میں اکثر کی یہ شہادت ہے کہ آپ راتوں کو تلاوت قرآن سے زندہ کیا کرتے تھے۔

اسد بن عمر کی روایت ہے کہ جہاں تک اسے یاد ہے امام ابوحنیفہ نے چالیس سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھی ہے اور عام طور پر وہ رات کو ایک ہی رکعت میں سارا قرآن پڑھ ڈالتے اور آپ کے ہمسائے جب گریہ وزاری سنتے اور انہیں آپ پر رحم آتا تھا۔ اور جہاں تک مجھے یاد ہے جس جگہ امام صاحب کی وفات ہوئی وہاں آپ نے سات ہزار مرتبہ قرآن کریم ختم کیا تھا۔ (7)

خشیت الٰہی اور تقویٰ کا اثر آپ کے چہرے پر بھی تھا۔ یحییٰ القطان کا قول ہے کہ ہم امام ابوحنیفہ کی صحبت میں بیٹھے ہیں اور آپ کی باتیں بھی سنی ہیں۔ خدا کی قسم جب بھی میں آپ کے چہرے کی طرف دیکھتا تھا تو یہ محسوس کر لیتا تھا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خشیت اور خوف دل میں رکھتے ہیں۔ (8)

آں فتویٰ است و ایں تقویٰ

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ... نے امام ابوحنیفہ کے تقویٰ کے بارے میں ایک واقعہ لکھا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"امام اعظم رحمہ اللہ علیہ کی بابت لکھا ہے کہ آپ ایک مرتبہ بہت تھوڑی سی نجاست جو ان کے کپڑے پر تھی دھو رہے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ نے اس قدر کے لئے تو فتویٰ نہیں دیا۔ اس پر آپ نے کیا لطیف جواب دیا "آں فتویٰ است و ایں تقویٰ"۔" (9)

فقہ، ذہانت اور دانشمندی

مولانا شبلی نعمانی نے اپنی کتاب سیرۃ النعمان میں امام ابوحنیفہ کی ذہانت، حاضر دماغی اور دانشمندی کے بارے میں مختلف لوگوں کے اقوال درج کئے ہیں۔ ان میں سے چند آراء درج ذیل ہیں۔

محمد انصاری کہا کرتے تھے کہ "امام ابوحنیفہ کی

ایک ایک حرکت یہاں تک کہ بات چیت، اٹھنے بیٹھنے، چلنے پھرنے میں دانشمندی کا اثر پایا جاتا ہے"۔

علی بن عاصم کا قول ہے کہ "اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلہ میں اور ابوحنیفہ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہ کا پلہ بھاری رہتا"۔

خارجہ بن مصعب کہا کرتے تھے کہ "میں کم و بیش ایک ہزار عالموں سے ملا ہوں۔ جن میں سے عاقل صرف تین چار شخص دیکھے۔ ایک ان میں ابوحنیفہ تھے"۔(10)

اعلیٰ اخلاق

نیکی، تقویٰ اور عبادت گزاری کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اندر اعلیٰ اخلاق ودیعت کئے ہوئے تھے۔ انہی اعلیٰ اخلاق میں سے ایک خلق غیبت اور بدگوئی سے بچنا بھی ہے۔ جس سے آپ کوسوں دور تھے۔ ابن المبارک کی اس بارہ میں رائے یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ کی نسبت غیبت سے کوئی شخص دور نہیں ہوا۔ اور میں نے کبھی آپ کو دشمن کی بھی غیبت نہیں کرتے سنا۔ شریک کا کہنا ہے کہ آپ بہت دیر تک خاموش رہتے تھے۔ عقل اور سمجھ بہت زیادہ تھی۔ لوگوں سے بہت کم جھگڑتے اور بہت کم ان سے بحث کرتے۔ ضمیرۃ کا قول ہے کہ لوگوں میں اس بات میں اختلاف نہیں کہ امام ابوحنیفہ کی زبان بہت سیدھی تھی۔ کبھی برے انداز میں آپ نے کسی کا ذکر نہیں کیا۔(11)

جودوسخا اور علماء کی خدمت

کتب تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کا خزّ کے کپڑے کا بڑا وسیع کاروبار تھا جو آپ کے دادا نے شروع کیا تھا۔ اس پہلو سے آپ کو خدمتِ دین کرنے کے لئے یکسوئی حاصل تھی۔ آپ نفع میں ملنے والی رقم کو غریبوں میں بانٹ دیتے۔ نیز علماء اور طلباء علم کو بطور وظیفہ اس میں سے پیسے دیتے تاکہ وہ دلجمعی سے علم حاصل کر سکیں۔ آپ کی جودوسخا کا یہ عالم تھا کہ جب آپ کے بیٹے حماد نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو آپ نے معلم کو پانچ سو درہم دیئے۔ بلکہ ایک روایت میں ہے کہ ایک ہزار درہم دیئے اور پھر آپ نے حماد کے استاد کو بلا کر کہا کہ اس رقم کو حقیر نہ سمجھیں کیونکہ میرے پاس اگر اس سے زیادہ ہوتا تو قرآن کی خدمت کے بدلے میں آپ کو زیادہ دیتا۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ آپ اپنے مال تجارت کے سال بھر کے نفع کو بغداد بھیجتے اور وہاں سے علماء اور مشائخ کے لئے خوراک اور لباس وغیرہ جیسی ضروریات کا سامان خریدتے اور باقی مال ان کے پاس نقدی کی صورت میں بھیج دیتے اور لکھتے کہ اپنی ضرورتوں پر اس مال کو خرچ کرو اور خدا کے سوا کسی اور کی تعریف نہ کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے مال میں سے کچھ نہیں دیتا بلکہ یہ خدا کا فضل ہے جو اس نے میرے ہاتھ پر جاری کیا ہے۔(12)

نہ صرف یہ بلکہ آپ کا جودوسخا کا ایک نرالا اور انوکھا انداز تھا۔ آپ کا طریق یہ تھا کہ جب آپ کوئی نیا کپڑا

پہنتے تو اس کی قیمت کے برابر آپ علماء میں سے کسی کو بھی کپڑا لے کر دیتے۔(13)

تواضع و انکسار

ایک دفعہ کوفہ کے بازار میں ایک آدمی یہ پوچھتے ہوئے داخل ہوا کہ ابوحنیفہ فقیہ کی دوکان کہاں ہے۔ اتفاق سے یہ سوال اس نے خود امام ابوحنیفہ سے کیا تو آپ نے فرمایا:-

"لیس هو بفقيه انّما هو مفت متكلف"

کہ وہ وہ فقیہ نہیں بلکہ تکلف سے فتوے دینے والا ہے۔(14)

یہ تواضع اور انکسار محض اپنی ذات کے لئے تھا لیکن جب دین کا معاملہ آتا تو آپ سے بڑا غیرت مند اور دینی حمیت اور جوش رکھنے والا کوئی نہیں تھا۔ سلم بن سالم کا قول ہے کہ میں بڑے بڑے مشائخ اور علماء سے ملا ہوں لیکن میں نے کسی کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی عزت کے لئے اتنا شدید نہیں پایا جتنا امام ابوحنیفہ تھے۔(15)

ایک قریبی ساتھی کی گواہی

امام صاحب کی سیرت کے بارے میں قاضی ابو یوسف کی گواہی حرف آخر کا درجہ رکھتی ہے کیونکہ امام ابو یوسف محض امام ابوحنیفہ کے شاگرد ہی نہیں تھے بلکہ امام ابویوسف کی زندگی کو بنانے اور سنوارنے میں امام اعظم کا ایک بڑا کردار ہے۔ ہارون الرشید نے ایک موقعہ پر قاضی ابو یوسف صاحب سے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے اوصاف بیان کیجئے۔ انہوں نے کہا کہ "جہاں تک میں جانتا ہوں آپ کے اخلاق وعادات یہ تھے کہ آپ نہایت پرہیزگار تھے۔ منہیات سے بچتے تھے۔ اکثر چپ رہتے اور سوچا کرتے تھے۔ کوئی شخص مسئلہ پوچھتا تو اگر اس کے جواب کا علم ہوتا تو دے دیتے ورنہ خاموش رہتے۔ نہایت سخی اور فیاض تھے۔ کسی کے آگے حاجت نہ لے جاتے۔ اہل دنیا سے احتراز تھا۔ دنیاوی جاہ و عزت کو حقیر سمجھتے تھے۔ غیبت سے بہت بچتے تھے۔ جب کسی کا ذکر کرتے تو بھلائی کے ساتھ کرتے۔ بہت بڑے عالم تھے اور مال کی طرح علم کے صرف کرنے میں بھی فیاض تھے۔ ہارون الرشید نے یہ سن کر کہا کہ صالحین کے یہی اخلاق ہوتے ہیں"۔(16)

حضرت امام اعظم نعمان بن ثابت کی بھرپور زندگی سے یہ چیدہ چیدہ واقعات کا انتخاب ہے۔ ورنہ آپ کا لمحہ لمحہ خدمت اسلام کے لئے وقف تھا اور آپ کا مشن مسلمانوں کی عام زندگی میں پیش آمدہ مسائل کو شرعی نصوص کی روشنی میں حل کر کے پیش کرنا تھا۔ چنانچہ آپ اس میں کامیاب ہوگئے اور قیامت تک اب آپ کے اجتہاد سے امت مسلمہ فائدہ اٹھاتی رہے گی۔ انشاءاللہ

حوالہ جات

1۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 384۔ روحانی خزائن جلد 3

2۔ الحق مباحثہ لدھیانہ صفحہ 99۔ روحانی خزائن جلد 4
3۔ عقود الجمان مصنفہ ابوالمحاسن دمشقی۔ چھٹا باب۔ بحوالہ سیرۃ النعمان مؤلفہ مولانا شبلی نعمانی
4۔ تاریخ بغداد مصنفہ ابوبکر احمد بن علی بن ثابت بن احمد۔ باب ماذکر من عبادۃ ابی حنیفہ وورعہ
5۔ سیرۃ النعمان صفحہ 104 مصنفہ مولانا شبلی نعمانی۔ ناشر ایم ثناء اللہ خان 26 ریلوے روڈ لاہور
6۔ مناقب الامام الاعظم لابی مؤید الموفق بن احمد المکی (متوفی 568ھ) طبع اولیٰ۔ ناشر مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ الکائنہ فی الھند حیدر آباد دکن
7۔ تاریخ بغداد للخطیب باب ماذکر من عبادۃ ابی حنیفہ وورعہ
8۔ تاریخ بغداد للخطیب الجزء الثالث عشرہ ماذکر من عبادۃ ابی حنیفہ وورعہ
9۔ ملفوظات جلد چہارم صفحہ 442 (نیا ایڈیشن)
10۔ سیرۃ النعمان مصنفہ مولانا شبلی نعمانی صفحہ 122
11۔ الخیرات الحسان مصنفہ شیخ شہاب الدین احمد بن حجر الھیثمی المکی صفحہ 37۔ مطبع دار الکتب العربیہ الکبریٰ مصر
12۔ الخیرات الحسان مصنفہ احمد بن حجر المکی صفحہ 38
13۔ مناقب الامام الاعظم للموفق صفحہ 264
14۔ مناقب الامام الاعظم للموفق صفحہ 94 جلد 2
15۔ مناقب الامام الاعظم للموفق صفحہ 248
16۔ سیرۃ ائمہ اربعہ از سید رئیس احمد جعفری صفحہ 64 ناشر شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور

حسن کارکردگی

مجلس خدام الاحمدیہ سیالکوٹ شہر

مجلس ہذا نے امسال اپنے بجٹ میں سو فی صد سے زائد اضافہ کیا ہے۔ قائد صاحب مجلس اور ناظم صاحب مال اس نمایاں کارکردگی پر ہماری دعاؤں کے مستحق ہیں۔

دیگر مجالس بھی جملہ خدام کا بجٹ درست تشخیص کرکے اپنے بجٹ میں نمایاں اضافہ کر سکتی ہیں۔ کم از کم 15 فی صد اضافہ کا ٹارگٹ ہر مجلس اپنے پیش نظر رکھے۔

(مہتمم مال خدام الاحمدیہ پاکستان)

نوائے حق

ستائے گی کہاں تک گردش دور زماں ہم کو
کبھی تو موردِ الطاف کر دے گی فغاں ہم کو

نہ ہو منظور کیوں راہ خدا میں جان کھو دینا
خوشا قسمت کہ دل بخشے گئے پروانہ ساں ہم کو

خدا کے دین کے دشمن جہاں سے مٹتے جائیں گے
یہ طاقت ہے کسے کہ کرسکے وہ بے نشاں ہم کو

ہمارے آشیاں کا تو محافظ دست قدرت ہے
ڈراتی ہے بھلا بے سود کیوں برق تپاں ہم کو

ستم دیدہ ازل سے ہی دل یزداں میں بستے ہیں
سمجھتے ہیں ستم ایجاد کیوں بے خانماں ہم کو

نکل جائے گا گرداب بلا سے یہ سفینہ بھی
خدا جب ساتھ ہے اے دل تو کیا خوف زیاں ہم کو

ہماری تشنہ کامی موت کا پیغام ہو جاتی
نہ ملتا گر تری رحمت کا بحر بیکراں ہم کو

مرے دلبر کریم ناز سے جلوہ نما ہو جا
کیا دیدار کی حسرت نے اب تو نیم جاں ہم کو

اسیر نو ہوں آتی آئے گی طرز فغاں احسن
بناتا نہ پھرے یونہی کوئی اہل زباں ہم کو

(سید احسن اسمٰعیل صدیقی۔ گوجرہ)

OZONE اوزون

(مکرم محمد احمد خان صاحب۔ مانچسٹر یونیورسٹی۔ لندن)

کرہ ارض کی فضا میں کئی قسم کی گیسیں پائی جاتی ہیں۔ جن میں نائٹروجن، آکسیجن، کاربن ڈائی آکسائیڈ وغیرہ شامل ہیں۔ زمین کی سطح سے 10 میل سے 30 میل کی دوری تک ایک گیس پائی جاتی ہے جسے اوزون (OZONE) کہتے ہیں۔ یہ گیس ایک لحاف کی مانند زمین کے چاروں طرف لپٹی ہوئی ہے۔ اسے اوزون تہہ کہا جاتا ہے۔

اوزون تہہ کا وجود کرہ ارض پر موجود ہر قسم کی زندگی جس میں ہم انسان، حیوان، چرند پرند اور درخت وغیرہ شامل ہیں سب کے لئے ایک بہت بڑی نعمت ہے کیونکہ یہ تہہ سورج سے آنے والی انتہائی خطرناک شعاعوں کو زمین تک پہنچنے سے روکتی ہے۔ یہ خطرناک شعاعیں بالائے بنفشی ULTRA VIOLET کہلاتی ہیں۔ یہ زمین پر پہنچ کر مندرجہ ذیل مضر اثرات پیدا کرتی ہیں۔

1۔ یہ انسان کے ہاتھ، چہرہ یا جلد کے کسی بھی جگہ پر پڑنے سے جلد کا کینسر پیدا کرتی ہیں۔

2۔ بیماریوں کے خلاف قوت مدافعت کو کم کرتی ہیں۔

3۔ آنکھوں میں شدید اثر پیدا کرتی ہیں اور موتیا کا باعث ہوتی ہیں اور علاج نہ کرانے پر اندھا پن پیدا کر سکتی ہیں۔

4۔ فصلوں پر بھی ان کا برا اثر ہوتا ہے۔ بالائے بنفشی خطرناک شعاعوں سے پیداوار میں کمی آجاتی ہے۔

5۔ گہرے سمندر کے پانیوں میں پائے جانے والے یک خلیاتی جانوروں کی ہلاکت کا باعث بنتی ہے۔

6۔ زمین کے درجہ حرارت میں اضافہ کا باعث بھی یہی شعاعیں ہیں۔ اس اضافہ سے قطبین پر پڑی ڈھیروں ڈھیر برف اور دیو قامت گلیشیئروں میں پگھلنے کا عمل تیز ہونے سے چھوٹے چھوٹے جزائر مثلاً مالدیپ، لانگ آئس لینڈ وغیرہ کے ڈوبنے کا اندیشہ ہے۔

مندرجہ بالا خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے اوزون تہہ کا قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اوزون گیس کا ایک مالکیول آکسیجن کے تین ایٹموں سے مل کر بنتا ہے۔ جب کہ سانس لینے کے کام آنے والی آکسیجن میں صرف دو ہی ایٹم ہوتے ہیں۔ اس تین ایٹموں والی آکسیجن اوزون کی خاصیت یہ ہے کہ یہ سورج سے آنے والی بالائے بنفشی شعاعوں کو تو جذب کر لیتی ہے اور ان کو زمین تک نہیں آنے دیتی جب کہ دوسری مفید شعاعوں کو آنے دیتی ہے۔ (گاڑی کے انجن میں فلٹر کی طرح جو کچرا کو روک کر

صرف ڈیزل کو آگے جانے دیتا ہے)

حالیہ تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ اوزون کی تہہ میں کمی ہوتی جارہی ہے یعنی یہ تہہ پتلی ہورہی ہے۔ بعض جگہوں پر تو یہ تہہ ختم ہوچکی ہے۔ گویا شگاف پڑ چکے ہیں۔ 1985ء میں امریکہ کے ادارہ NASA نے ان شگافوں کی نشاندہی بھی کی۔ انٹارکٹیکا میں تو حالت بہت بگڑ چکی ہے جہاں اوزون کی تہہ میں 50 فیصد شگاف پڑ چکے ہیں اور امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور روس کے بعض صنعتی اور گنجان آباد علاقوں میں بھی 40 فیصد تک اوزون تہہ پھٹ چکی ہے۔

تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ اوزون کو تباہ کرنے میں خاص قسم کے کیمیائی مادوں کا دخل ہے۔ یہ نامیاتی مرکبات ہیں جنکو CFCS کلورو فلورو کاربن کہتے ہیں۔ یہ مرکبات گیس کی حالت میں فضا میں پہنچ کر اوزون سے کیمیاوی عمل کرتے ہیں جنکی وجہ سے اوزون کے مالیکیول ٹوٹ جاتے ہیں اور آکسیجن وجود میں آتی ہے جو کہ خطرناک شعاع کو جذب نہیں کرسکتی۔ اوزون کے مالیکیولوں کے ٹوٹ پھوٹ کا سلسلہ سالوں سال تک چلتا رہتا ہے اور یوں اوزون کی تہہ میں دن بدن کمی ہوتی جارہی ہے۔

CFCS کا استعمال ریفریجریشن، ائرکنڈیشنگ میں ٹھنڈک پیدا کرنے والی گیس کے طور پر ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ اسکو پلاسٹک بنانے اور مختلف قسم کے اسپرے اور کیمیائی مرکبات بنانے والی چھوٹی بڑی فیکٹریوں میں اس CFCS کا بھاری مقدار میں استعمال ہورہا ہے۔ CFCS (سی ایف سی ایس) کے استعمال کو روکنے کیلئے 1987ء میں مانٹریال پروٹوکول کے مطابق تمام حکومتوں پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ وہ 1999ء تک CFCS کی پیداوار میں 50 فی صد تک کمی کردیں گے لیکن اوزون کی تیزی سے بڑھتی ہوئی تباہی کے باعث 1990ء میں لندن میں پھر عالمی سطح پر یہ بات طے کی گئی ہے کہ 2000ء تک CFCS کا استعمال مکمل طور پر روک دیا جائے اور CFCS بنانے والوں کو وقت دیا گیا ہے کہ وہ اس عرصہ میں اس مہلک کیمیاوی مادے کا متبادل تلاش کرسکیں۔

ایک اندازے کے مطابق اب تک 20 لاکھ میٹرک ٹن CFCS فضا میں پہنچ چکی ہے۔ بہرحال امید کی جاسکتی ہے کہ انسان اپنی زندگی کو مزید خطرے میں ڈالے بغیر بے جا کیمیاوی مادوں کا استعمال نہیں کرے گا جن سے فضائی آلودگی پیدا ہو بلکہ ماحول کو صاف ستھرا رکھنے کی ہر ممکن کوشش کرے گا تاکہ آئندہ صدی میں انسان صاف ستھرے اور کیمیاوی مادوں سے پاک پر فضا ماحول میں سانس لے سکے۔

"میں انصار اللہ اور خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نمازوں کے وقت دوکانداروں کی نگرانی رکھیں۔"
(مشعل راہ صفحہ ۳۲۷)

"جو منتظم ہیں وہ بھی مجرم سمجھے جائیں گے اگر انہوں نے لوگوں کو نماز باجماعت کے لئے آمادہ نہ کیا۔"
(مشعل راہ صفحہ ۳۲۸)

"نوجوانوں میں اس قسم کے وعظ کثرت سے کرائیں جن میں ذکر الٰہی کی اہمیت بیان کی گئی ہو۔"
(مشعل راہ صفحہ ۳۲۹)

"خدام الاحمدیہ کو دیکھنا چاہیئے کہ کتنے نوجوان باقاعدہ تہجد گزار ہیں۔"
(مشعل راہ صفحہ ۵۱۶)

ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ

کی

قیمت میں اضافہ

اخباری کاغذ کی قیمت و دیگر اخراجات میں اضافہ کی وجہ سے ملکی اخبارات اور رسائل کی قیمتوں میں اضافہ ہو چکا ہے۔ گرانی کے پیش نظر مجبوراً ماہنامہ خالد اور ماہنامہ تشحیذ الاذہان ربوہ کے سالانہ چندہ میں بھی یکم دسمبر ۱۹۹۳ء سے اضافہ کیا جا رہا ہے۔ نئی قیمتیں درج ذیل ہوں گی:۔

اندرونِ پاکستان

سالانہ چندہ :۔ ۵۰/- پچاس روپے

ماہوار فی پرچہ :۔ ۵/- پانچ روپے

بیرونِ پاکستان

۱۔ انگلستان۔ یورپ۔ افریقہ۔ جاپان۔ انڈونیشیا :۔ ۴۰۰/- چار صد روپے سالانہ

۲۔ کینڈا۔ امریکہ۔ ۵۰۰/- پانچ صد روپے سالانہ

نیز اشتہارات کے نرخ میں بھی معمولی اضافہ کیا گیا ہے۔ اور آئندہ سے نرخ درج ذیل ہوں گے :۔

رسالے کا اندرونی پورا صفحہ :۔ ۱۰۰۰/- ایک ہزار روپے

" " " ½ صفحہ :۔ ۵۰۰/- پانچ صد روپے

" " " ¼ صفحہ :۔ ۲۵۰/- دو صد پچاس روپے

" " " ٹائیٹل صفحہ ۴ :۔ ۲۰۰۰/- دو ہزار روپے

" " " صفحہ ۳ :۔ ۱۲۰۰/- بارہ صد روپے

" " " صفحہ ۲ :۔ ۱۵۰۰/- پندرہ صد روپے

خریداران سے درخواست ہے کہ حسب سابق تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(مینیجر ماہنامہ خالد و تشحیذ الاذہان ربوہ)

محترم حافظ مظفر احمد صاحب
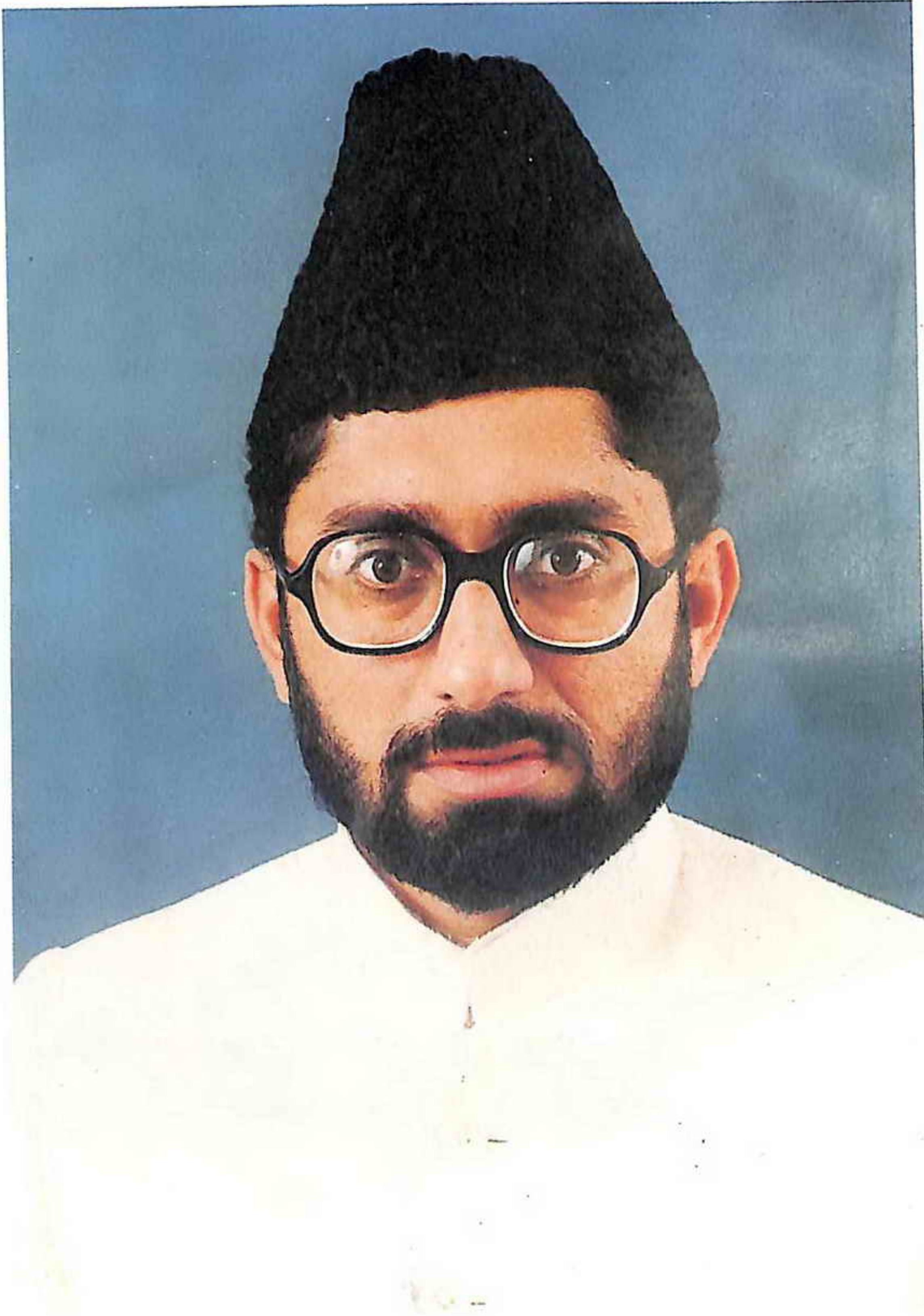
سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

۱۹۸۹-۹۰ء تا ۱۹۹۲-۹۳ء

Monthly **Khalid** Rabwah
Editor. SAYYED MUBASHIR AHMAD AYAAZ
REGD. NO. L. 5830 DECEMBER 1993